NA

24-3-10

Title - LECTURE NO. 20; JANAB MAULANA-O-BAAL FAZAL AULANA MAULVI HAFIZ MOHAMMAD NAZEER AHMAD KHAN SAHAB MUTALLUQ IJLAAS NAHUM MOHAMMADAN EDUCATIONAL CONFERENCE.

Orator - Hafiz Mohd. Nazeer Ahmed Khan.

Publisher - Matba Ansari (Delhi)

Date - 1312 H

Pages - 32

Size - N.A.

لکچر نمبر ۲

جناب مولٰنا و بالفضل اولٰنا مولوی حافظ محمد نذیر احمد خاں صاحب

متعلق

اجلاس نہم محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس

منعقدہ

دسمبر ۱۸۹۴ع بمقام علیگڈھ

محمد مطبع انصاری دہلی میں ۱۳۱۲ھ طبع ہوا

فہرست کتب موجودہ دکان محمد نذیر حسین تاجر کتب دہلی بازار دریبہ کلاں

نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت
مرقع اسلام اسلام کی ابتدائی		سید مہدی علی خان بہادر	۴ر	مشروب کے لکچر	۳ر	بزبان اردو	
حالات اور اسکی ترقی وتنزل		دعوت الاسلام	۳ر	نجم المسیحی	۰۲ر	سوانح عمری عمرو عیار	
کی کیفیت	۲ر	اسلامی اعتقاد ..	۶ر	آئینہ فطرت	۲ر	نہایت عمدہ کتاب ہے ...	۲ر
عام محبت	۱ر	کشف المحجوب اردو...	عہر	نغمہ جانفزائے بلبل	۳ر	سوانح عمری ملا دوپیازہ	
تصدیق المسیح - اس کتاب		رسالہ جہاد	۳ر	دافع الفساد بجواب رسالہ		حیات نور جہاں یعنے	
میں ایک متعصب عیسائی کے		صداقت	۰۳ر	جہاد	۲ر	سوانح عمری نورجہاں بیگم	
جواب میں	۳ر	وید اور قرآن کا مقابلہ	۰۲ر	نماز اور اسکی حقیقت	۴ر	سرگذشت بوعلی سینا ..	
ولادت مسیح	۴ر	تحریف بیبل	۳ر	سیرة النعمان یعنی سوانح		تذکرہ تیمور یعنی سوانح عمری	
اصول بطلان مذہب		قوت فیصلہ	۳ر	عمری حضرت امام اعظم رح	عہر	امیر تیمور شاہ صاحبقران	
عیسائی رد عیسائی	۱ر	احسان عام	۱ر	حسن البیان فیما فی سیر النعمان		تذکرة الحسنین یعنے سوانح عمری	
مراسم العرب قبل از اسلام		مجموعہ معجزات محمدیہ	۵ر	یعنے سیر النعمان کی تردید میں	عہر	حضرت امام حسنین رضی اللہ	
حالات عادات عرب	۰۲ر	غایة المرام مرزا غلام احمد		سیرة الفاروق یعنی سوانح		تعالی عنہما	
مباحثہ دینی مباحثہ عیسائی		قادیانی کے عقائد جدید		عمری حضرت فاروق رضی اللہ		سوانح عمری شیخ ابو الفضل	۲
				عنہ اسلام لانے کے وقت		علامہ قیمت فی جلد	۱
مسلمان	۰۲ر	پر بحث					
ابحاث ضروری	۲ر	فرحت	۳ر	سے اخیر زمانہ خلافت تک		سوانح عمری راجہ بیربل	
الدلیل علی اثبات حیات		تذکیر العباد	۲ر	کا ذکر ہے	عہ	تذکرہ بابر یعنی سوانح عمری	
مسیح	۲ر	رفع الالزام	۳ر	شرف المناقب یعنی		بابر بادشاہ	
غلطی اور ان کے خبط	۲ر	عقائد اہلسنت والجماعة	۴ر	سوانح عمری بوعلی شاہ		تذکرہ غوثیہ یعنی سوانح عمری	
دین اسلام - ترجمہ فتیہ اوف		سرمہ چشم آریہ	۱۲ر	قلندر پانی پتی ..	۳ر	وملفوظات مولانا غوث علی	
				روضة الاقطاب یعنے		شاہ صاحب . ..	
..	۳ر	اسلام انسان کے حق میں				معین الارواح یعنی سوانح عمری	
..	۶ر	رحمت ہے ...	۲ر	سوانح عمری خواجہ قطب			
		سچی انسانیت	۱ر	الدین بختیار کاکی رح		حضرت خواجہ معین الدین	

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دسمبر مہینا ہے تو سردی کا مہینا اور چاہیئے تھا کہ ڈل (سست) ہوتا۔ لوگ اپنے اپنے گھروں میں آگ تاپتے یا رسائیوں اور لحافوں میں دبے سکڑے بیٹھے ہوتے۔ مگر برس کے بارہ مہینوں میں ایکٹوٹی لینے دوڑ دھوپ شور و شغب غل غپاڑے کا ایسا کوئی مہینا نہیں جیسا دسمبر۔ انگریز اگر اس مہینے کے آخری ہفتے عشرے میں خوشی مناتے ہیں تو انکا مذہبی تیوہار ہے۔ نیٹوز (ہندوستانی) خوشی نہیں مناتے تو ان میں دو بڑے مجمعے ہوتے ہیں ایک تو یہی ایجوکیشنل کانفرنس جس میں یہ فقیر بھی اکثر حاضر ہوتا ہے۔ ثواب سمجھ کر نہیں کہ ایسی توفیق نہیں اور نہ صلاح دینے کی نیت سے کہ اتنی لیاقت نہیں۔ اور نہ لوگوں سے تجدید ملاقات کے لیئے کہ اسکا شوق نہیں بلکہ سید احمد خاں کی ایک طرح کی عظمت دل میں بیٹھی ہوئی ہو وہ بھی کچھ اسوجہ سے نہیں کہ سر ہیں یا ڈاکٹر ہیں یا سرکار دربار میں ان کی بڑی لمبی چوڑی عزت ہے۔ یا ان کو مسلمانوں کا ایک گروہ من حیث المذہب ریفارمر مانتا ہے بلکہ اسوجہ سے اور صرف اسی وجہ سے کہ مسلمانوں کے سچے اور دلی خیرخواہ ہیں اور اپنی سمجھ کے مطابق (اور جس نے اپنی سمجھ کے موافق کیا تو اس نے سب کچھ کیا) غرض اپنی سمجھ کے مطابق جہاں تک ہو سکا اور ہو سکتا ہے افہام و تفہیم سے وعظ و پند سے دینے سے دلانے سے دلالت علی الخیر سے مسلمانوں کی اصلاح حالت میں جان توڑ کر کوشش کرتے ہیں۔ یوں سید احمد خاں کی ایک طرح کی عظمت دل میں بیٹھی ہوئی ہے۔ بلاتے ہیں تو انکار کرتے نہیں بن پڑتا۔ خیر تو نیٹوز کے دو بڑے مجمعوں میں سے جو دسمبر میں ہوتے ہیں ایک تو یہ ہے ایجوکیشنل کانفرنس۔ اور دوسرا بھی ؟ ( ) ہے اور طمطراق میں اس سے کہیں زیادہ جس نے اپنا نام نیشنل کانگرس رکھ چھوڑا ہے۔ کچھ بھی ہو کانگرس والے ہیں بڑے ہوشیار اور ان کو بہت دور کی سوجھتی ہے منجملہ اور تدبیروں کے جو یہ لوگ اپنی رونق کے لیئے کرتے ہیں ایک یہ بھی ہے کہ انہوں نے نام ایسا اختیار کیا ہے جس کو سن کر آدمی خواہی نخواہی

دھوکے میں آجاتا ہے۔ خاص کر اہل یورپ جنکو سمجھانا مشکل ہے کہ دنیا میں ایک بدنصیب
ملک ہندوستان بھی ہے جہاں نیشنیلٹی کا نام نہیں۔ اور اختلاف مذاہب کی وجہ سے خدا نے چاہا
تو کبھی ہونے کا بھی نہیں۔ رفتار مرتبے ع دماغ بیہودہ پخت و خیال باطل بست کیا کریں۔ اور یہی تو بڑا
سبب ہوا کہ ہم مسلمانوں کو اپنی ڈیڑھ اینٹ کی جدی مسجد بنانی پڑی ورنہ کیا اتنے لوگوں کا سر پھرا تھا کہ کانگریس میں
تو نہ جائیں جہاں جیسا سنا جاتا ہے آتے جاتے کا کرایہ ملے علاوہ قدر مراتب ہر ایک کی آؤ بھگت اور مدارات ہو
اور آئیں تو کہاں اس منحوس ٹٹ پونجئے کانفرنس میں کہ سید احمد خاں ایک بلاوا تو بھیج دیتے ہیں وہ بھی شاید
نام بنام نہیں اور پھر آئے پیچھے کوئی اتنا بھی نہیں پوچھتا کہ کون ہو اور کہاں آ ستے ہو جہاں جیسے سینگ
سمائیں پڑ رہو اپنی گرہ سے کھاؤ ممبری کے چندے دو اور جتنی توفیق ہو دینے والوں کی نہیں بلکہ لینے
والوں کی بڑے میاں کی نذر کرو اور رخصت۔ سید احمد خاں کا ماٹو (شعار) بھی سنا ہے آئے تو کیا لائے
اور جاؤ گے تو کیا دیکر جاؤ گے چکوتھیوں اور آسایش سے لئے مہمان نوازی پر نظر کرو تو ایجوکیشنل کانفرنس
میں آنے کے موجبات ترغیب کچھ بھی نہیں مگر شکر ہے کہ مسلمانوں کو اپنے نیک و بد کے سمجھنے کی
عقل آگئی ہے یا اپنی عقل نہیں آئی تو ان میں ایک ع مرد آخر بین مبارک بندہ ایست سید احمد خاں
ہیں اور مسلمان دینیات میں نہیں تو دنیاوی امور میں اور سب نہیں تو سمجھدار ہیں ان کی راے پر عمل کرنے
لگے ہیں۔ ہمکو خدانخواستہ ہندؤں کے ساتھ ضد نہیں عداوت نہیں کچھ ہم اُن کی مقابل نہیں
مردم شماری میں دو لاکھ میں زیادہ ہیں خدا نے انکو ہم پر برتری دی ہے تلک الایام نداولہا بین الناس
(یہ دنوں کے پھیر ہیں کہ لوگوں میں ہم نے ان کا چکر باندھ رکھا ہے) لیکن یہ ایک نیچرل (طبیعی) بات
ہے کہ ہر شخص اپنی اپنی ہنڈیا کی خیر منا تا ہے۔ اگر ان لوگوں نے اپنے کچھ خاص حقوق قرار دے رکھے
ہیں اور کانگریس کے ذریعہ سے اُن حقوق کو لینا چاہتے ہیں تو چشم ما روشن دل ما شاد وہ جانیں اور اُن کا کام جانے ع
ہر کسے مصلحت خویش نکو می داند۔ ہم تو ابھی اسی فکر میں پڑے ہیں کہ اپنے تئیں کسی حق خاص کا اہل
بنائیں۔ غرض ہم میں اور ہمارے ہندو بھائیوں میں اتنا بڑا تفاوت ہے کہ وہ حلوا خوردن کی
کوشش میں ہیں اور ہم روے باید کی۔ اور روے باید بے تعلیم کے ہونے والا نہیں جس کے
لیئے یہ تمام دردسر کیا جا رہا ہے۔ لیکن اگر خدا کبھی وہ دن کریگا کہ ہمکو روے باید حاصل ہو گا تو کیا حلوا
خوردن کے لیئے ہم اسیطرح مچلیں گے۔ ہرگز نہیں۔ ہمکو برٹش گورنمنٹ پر پورا اعتماد ہے کہ ہمکے

ہاتھ سے نہ صرف ہماری بلکہ کسی کی بھی حق تلفی ہوئی نہیں اور ہوگی بھی نہیں۔ اور یہ جو بعض باتوں کی لم ہماری سمجھ میں نہیں آتی تو جب تک ہم خود گورنمنٹ کے پوزیشن (جگہہ) میں نہ ہوں گورنمنٹ کی مشکلات کو ہم رایلائز (بخوبی فہم) کر نہیں سکتے ہم پر گورنمنٹ کے احسانات اتنے ہیں کہ ہمکو ان ہی کی شکرگذاری سے فرصت نہیں ہونی چاہیئے پس بجائے اسکے کہ گورنمنٹ کی کارروائیوں پر بیٹھے نکتہ چینیاں کیا کریں ہمارے حق میں کہیں زیادہ مفید ہوگا کہ اس مبارک گورنمنٹ کی مہربانیوں اور فیاضیوں سے پورا پورا استفادہ کریں اور یوں آدمی ناحق ناروا بدگمانی کرنے پر آئے تو وہ ہر ایک بھلائی کو برائی پر ڈھال لے جا سکتا ہے۔ اب یہ تمھاری تعلیم ہی ہے کہ یوں گورنمنٹ نے ہمارے ساتھ سب لا انتہا سلوک کیئے ہیں مگر یہ تعلیم کا سلوک گورنمنٹ کے احسانات کی بڑی لمبی فہرست کے سرے پر بڑے موٹے موٹے حرفوں میں جن کو اندھا بھی پڑھ سکے آب زر سے لکھنے کے لائق ہے۔ یہ وہ سلوک نہیں ہے جو کبھی کسی بہتر سے بہتر حاکم نے اپنی رعیت کے ساتھ کیا ہے بلکہ وہ سلوک ہے جو کبھی کسی مہربان سے مہربان باپ نے اپنے عزیز سے عزیز فرزند کے ساتھ کیا ہوگا۔ تاہم ایسے بہت سے لوگ ہیں خاص کر ہم مسلمانوں میں جن کے دل تعلیم کی طرف سے ابھی تک بھی صاف نہیں۔ یوں لوگوں میں طرح طرح کے اختلاف ہیں۔ زبانیں جدا جدا ہیں۔ ایک کی صورۃ ایک سے نہیں ملتی سب کی طبیعتیں یکساں نہیں سے

گلہائے رنگ رنگ سے ہے رونقِ چمن	اے ذوق اس جہاں کو ہے زیب اختلاف سے

لیکن یہ اختلافات باہمی دوستی اور محبۃ اور ارتباط کے مانع نہیں ہوتے۔ یہ شرف خدا نے کچھ مذہبی ہی اختلاف کو دیا ہے کہ اس کدورت کو کبھی دلوں سے نکلتے دیکھا ہی نہیں۔ برٹش گورنمنٹ ہندوستانیوں کے پیچھے کتنی ہی اپنی جان کیوں نہ مارے چاہیئے کہ یہ اسکا احسان حق قدرہ (جیسا ماننا چاہیئے) مانیں یا اسکی طرف سے پورے پورے مطمئن ہوں۔ کیا مذکور یہ نہیں کہ ہندوستانیوں کی طبیعتیں نااحسان مند اور بے مروۃ واقع ہوئی ہیں نہیں۔ وہ کمبخت مذہبی اختلاف اعتماد کے پیدا ہونے کا مانع ہے۔ اور کیوں نہو جب کہ اختلاف مذہب پر اختلاف ملک اختلاف قوم اختلاف زبان اختلاف رسم و عادۃ چند در چند اختلاف مستزاد ہوں۔ اور یہ عام انسانی نیچرل ویکنس (طبیعی کمزوری) ہے اور خود انگریز اس سے کب بری ہیں الا ماشاء اللہ۔ سو ویسے ہی الا ماشاء اللہ ہم میں بھی ہیں اور میں امید کرتا ہوں کہ جو سید احمد خاں کو چھو بھی گیا ہے وہ بھی الا ماشاء اللہ میں ہے۔ جو لوگ گورنمنٹ کی طرف سے

بدگمان ہیں اگرچہ ناحق بدگمان ہیں ملک کی سرسبزی اور رونق اور امن اور اطمینان اور عافیت اور ترقی سے
تو انکار کر نہیں سکتے۔ ورنہ آسمان کا تھوکا اُلٹا مُنھ پر آئے یہ کہکر جلے دل کے پھپھولے پھوڑ لیا کرتے ہیں
کہ انگریز سر سہلا کر بھیجا کھانے والے ہیں۔ کوئی کام نہیں جسمیں اُنکی ذاتی منفعت مضمر نہ ہو یعنے جو کچھ ظاہر
میں پبلک کے فائدے کے لیئے کرتے ہیں اس میں بھی تو پہلے اپنا فائدہ سوچ لیتے ہیں۔ یا اگر
یہ تاویل بھی کرتے نہیں بن پڑتی تو جو چیز مدح و تحسین کے لائق ہے اُسکی داد کے دینے میں بخل و
مضایقہ کرتے ہیں۔ ایک مرتبہ مجھی سے لڑائی ہوتے ہوتے رہ گئی۔ انگریزوں کی صنعت و ایجاد کا
مذکور تھا ریل کا نام آیا تو ایک صاحب بولے کہ خدا جانے کن مدتوں سے قسطنطنیہ میں حضرت سلطان
روم کے اصطبل کی لید وغیرہ اُٹھانے کے لیئے ریل کام میں لائی جاتی ہے کسی انگریز کی نظر
پڑ گئی اور وہ نمونہ اُڑا لایا۔ بات تو کچھ نہیں مگر ایسی ہی ایسی باتوں سے پتہ لگتا ہے کہ انگریزوں کی
نسبت لوگوں کے کیسے خیالات ہیں۔ اور جب ایسے خیالات ہیں تو کیا وہ انگریزی عملداری کی قدر
کریں اور کیا اسکی برکتوں سے مستفید ہوں۔ آدمی جب پریجوڈسڈ (بدگمان) ہوتا ہے تو اُس کو
ایسی ہی ایسی بے تُکی سوجھا کرتی ہے۔ تعلیم پر تو بدگمانی کرنے کی ظاہر اً کوئی وجہ تھی مگر مذہبی تعصب
کی آگ بھڑکتی ہے تو تر و خشک سبھی کو جلا کر خاک سیاہ کر دیتی ہے۔ تعلیم پر جیسے جیسے حملے ہوئے
اور ہو رہے ہیں کوئی سید احمد خاں کے دل سے پوچھے۔ اگر تعلیم شرط نوکری نہ ہو تو پارسیوں
اور بنگالیوں کی تو کہی نہیں جاتی مسلمان بھائی تو بھول کر بھی اس رستے نہ چلیں۔ حال تو یہ ہے تو
کیا کہا جا سکتا ہے کہ اسلامی زمین میں تعلیم کے پودے نے جڑ پکڑ لی ہے۔ ہرگز نہیں کشجرۃ
خبیثۃ اجتثت من فوق الارض مالہا من قرار (جیسے گندی جڑی بوٹی مٹی کے ذرا اوپر جم
کھڑی ہوئی جسکی جڑ نہیں) اس سے کہ علی گڈھ محمڈن کالج ماشاء اللہ چشم بددور یوماً فیوماً رونق پکڑتا جاتا
ہے طلبہ کا شمار بڑھ رہا ہے نئے بورڈنگ ہوسوں (طلبہ کے رہنے کے مکانوں) کی سخت ضرورۃ
ہے یا اس سے کہ یہاں کی دیکھا دیکھی برٹش انڈیا میں ہر طرف تھوڑی یا بہت تعلیم کی تحریک
مسلمانوں میں ہو رہی ہے ان باتوں سے اتنی خوشی تو بیشک ہے کہ نوکری کی طمع ہی سے سہی لالچ
ہی سے سہی وہ اگلی سی مخالفت کچھ تو کم ہوئی کہ انگریزی تعلیم انگریزی نوکری انگریزی وضع یعنے ہر چیز جو
انگریزوں کے ساتھ کسی طرح کی نسبت رکھتی ہے سب کو کفر و ارتداد سمجھا جاتا تھا رنگ تو کٹ گیا مگر

وصبہ نہیں گیا۔ ورنہ اصلی خوشی تو اُسدن ہوگی اور اُسی دن ہوگی جب تعلیم کو ادر ٹھکرا کر اور پکار کر کیوں نہ کہوں انگریزی تعلیم کو مسلمان طلب العلم فریضة علی کل مسلم (ہر مسلمان پر علم کا سیکھنا فرض ہے) کے کُلیے میں داخل سمجھیں گے مگر وہ دن افسوس ہے کہ زمانے کی نیچرل رفتار کے لحاظ سے اتنا دور معلوم ہوتا ہے کہ اس نسل اور اُس نسل کی نسل اور اس نسل کی نسل کی نسل کو تو شاید دیکھنا نصیب ہو مجکو اگر پبلک میٹنگز (مجامع عام) میں شریک ہونے کا شوق ہوتا اور مجکو میرا کانشنس (ایمان) اُس کانگرس میں شریک ہونے کی اجازت بھی دیتا جو اِن دنوں کالے پانی کے اس کنارے مدراس میں جمع ہے یا سید احمد خاں کے سے قوی جاذبے کا کوئی شخص ہوتا اور مجکو زبردستی پکڑ بلاتا تو میں کانگرس میں یہ تو ضرور پرپوز (تجویز پیش) کرتا کہ مسلمانوں کے لئے انگریزی تعلیم کو کمپلسری (جبری) کر دیا جائے ورنہ ان مسلمانوں کے اختیار میں چھوڑ دیا جائے گا تو بس یہ ایسے ہی کندہ ناتراشیدہ ہیں جیسے ہیں یہ وہ ٹٹو نہیں جو باگ کے اشارے سے چلیں۔ لگام کی ٹھمکی سے چلیں ٹٹکاری سے چلیں ایڑ سے چلیں مہمیز سے چلیں یا تازیانہ سے چلیں۔ ان کو چاہیئے او گھی جوان کے ٹھوں کا مار کے قیمہ کر دے سو گورنمنٹ تھا شاء اللہ ایسی ڈرپوک ہے یا ڈرپوک کے لفظ سے بو سے بغاوت آتی ہو تو ڈرپوک نہ سہی محتاط ہے کہ جھوٹوں بھی مذہب کا نام آیا اور اسکے بدن میں تھرتھری چھوٹی۔ تو اس اڑیل ٹٹو کو ہانکیں نہ ہانکیں سید احمد خاں۔ سو انھوں نے اپنی سی بہتیری کی۔ بارے خدا خدا کر کے وہ پیچھے ہٹنا تو گیا ٹٹو آگے کو پانو بھی ڈالنے لگا مگر جھجکتے جھجکتے۔ سو یہ جھجک مذہبی جھجک ہے۔ نکلے بھی یا نہ بھی نکلے۔ کیوں جی اگر ہمارے دل کانگرس والوں کے سے ہوں تو کیا ہم شبہ نہیں کر سکتے کہ گورنمنٹ جو تعلیم کو کمپلسری (جبری) نہیں کرتی اسکی اصلی وجہ مذہبی انٹرفیرنس (مداخلۃ) سے بچنا نہیں ہے بلکہ اصلی وجہ یہی ہے کہ گورنمنٹ ڈرتی ہے کہ کہیں ہندوستانی تعلیم پاکر برابری اور ہمسری نہ کرنے لگیں۔ ویسی ہی آزادی کے دعویدار ہوں جو رعایائے یورپ نے بزور لے رکھی ہے۔ صناعی اور ہنرمندی کے بل پر یورپ کو مارکٹ سے مار ہٹائیں۔ اگر ایسا ہو تو یورپ کے حق میں قیامت آجائے وہاں کی خلقت بھوکوں مرنے لگے۔ یہ اللّے تللّے جو یورپ میں ہو رہے ہیں سب متفرع ہیں ہندوستان کی جہالت پر کہ انکو سوئی اور بچک اور دیا سلائی اور ضرورۃ کی کل چیزوں کے لیئے یورپ کے آگے ہاتھ پھیلانا پڑتا ہے۔ رہی مذہبی مداخلت سو کچھ نئی بات نہیں۔ کیا گورنمنٹ نے ستی اور دخترکشی کے رواج کو حکماً موقوف نہیں کر دیا

ابھی چند روز کی بات ہے کہ ہندو بہتیرا ہی غل مچاتے رہے چھوٹی عمر میں لڑکیوں کے بیاہ کو سنگین جرم ٹھیرا ہی دیا۔ کچہریوں اور عدالتوں میں شرع و شاستر پر کونسا پورا پورا عمل ہو رہا ہے۔ مگر یوں کہو کہ تعلیم کے عام کرنے کو کسی اور وجہ سے جی نہیں چاہتا۔ بہانہ یہ نکال کھڑا کیا کہ لوگ کمپلسری (جبری) تعلیم کو مذہبی انٹرفیرنس (مداخلت) سمجھکر ناراضمند ہوں گے۔ اور یہ بات گورنمنٹ کے فنڈمنٹل پرنسپل (اصل الاصول) کے خلاف ہے۔ لیکن گورنمنٹ لوگوں کے ایسے بیہودہ اور بے اصل اشتباہات سے اب بھی کب محفوظ ہے۔ خیر یہ تو کانگرس والوں کی سی باتیں ہیں اور یہ محل ان کے کہنے اور ظاہر کرنے کا تھا بھی نہیں۔ گورنمنٹ پر اپنا کچھ زور نہیں نہ وہ ہمارے سمجھانے کی محتاج ہے ہمارے اور گورنمنٹ کے تعلقات کارڈیل (مخلصانہ) رہنے کے لیئے حافظ شیرازی کی وہ نصیحت بس کرتی ہے۔ ؎

رموزِ مصلحتِ ملک خسروان دانند
گدائے گوشہ نشینی تو حافظا مخروش

لیکن اچھا گورنمنٹ کے سامنے تو ہمنے اپنا کان امیٹھا کہ اسکے خلاف ان شاء اللہ ایک لفظ بھی منہ سے نہ نکلیگا مگر مسلمان چاہیں کہ نیچری ان کو چین سے بیٹھنے دیں تو یہ ہونا نہیں یہاں تک کہ انگریزی ایسا رواج پا جائے جیسے کبھی عربی فارسی مروج تھی۔ یہ بات تو بالاجماع طے پا چکی ہے کہ انگریزی سے مسلمانوں کے گریز کرنے کی وجہ ان کے مذہبی سکروپلز (شکوک) ہیں۔ آج میں اس مسئلے کے مالہٗ اور ماعلیہ پر ذرا کسی قدر تفصیل کے ساتھ نظر کرنی چاہتا ہوں کہ ان سکروپلز (شکوک) کی کچھ اصل بھی ہے یا نہیں۔ اگر ان کی کچھ اصل نہیں اور یہ لوگوں کا نرا واہمہ ہی واہمہ ہے تو کچھ خوف کی بات نہیں۔ واہمے کا ثبات بس اتنا ہی ہو سکتا ہے جیسے بچوں کو ہیچا کا خوف کہ ایک وقت تک اسکے نام سے ڈرتے پھر تمیز آئے پیچھے اُس کی آنکھوں میں اُنگلیاں کرتے۔ اُدھر زمانہ مجبور کر رہا ہے اِدھر سید احمد خاں نے دھوم مچا رکھی ہے ؏ کیا یہ نگاہیں نیچی نیچی اوپر اوپر جائیں گی۔ لیکن اگر کہیں مسلمانوں کا انگریزی تعلیم سے بدکنا واہمہ بے اصل نہیں اور مذہب میں کسی جگہ پانی مرتا ہے تو بھی زمانے کی زبردستی سے تعلیم تو رواج پا کر رہیگی مگر کہیں سینکڑوں برسوں میں جا کر اور پھر بھی ویسی عام اور سونڈ (پختہ) اور سالڈ (مستحکم) نہیں ہوگی جیسی ہم چاہتے ہیں اور تعلیم جبتک عام اور سونڈ اور سالڈ نہ ہو ملک اور قوم کے حق میں چنداں مفید نہیں ہو سکتی خصوصًا اس کامپٹیشن (منافسہ) کے زمانے میں کہ لوگ ترقی کے کسی برانچ (شاخ) میں کسی حد پر قانع نہیں مجکو بار بار انگریزی تعلیم انگریزی تعلیم کہنا پڑتا ہے تاکہ لوگ سمجھیں کہ جس تعلیم پر میں کچھ وعدہ کر رہا ہوں اس

انگریزی تعلیم مراد ہے۔ لیکن میں ایک دم سے قطعی طور پر ظاہر کئیے دیتا ہوں کہ مطلق سے ہمیشہ فرد کامل مراد ہوتا ہے اور اقسام تعلیم میں سے صرف انگریزی تعلیم ہی کو فرد اکمل کہہ سکتے ہیں تو اب میں انگریزی تعلیم نہیں بلکہ مطلق تعلیم کہوں گا اور اس سے انگریزی تعلیم ہی مراد ہوگی۔ اسیطرح میں مطلق مذہب بولونگا اور اُس سے میری مراد ہوگی اسلام کیونکہ میں بھی مسلمان ہوں اور میرے مخاطب بھی مسلمان ہیں اور جسطرح اقسام تعلیم میں انگریزی تعلیم فرد اکمل ہے اسیطرح اور میں اس سے کہیں زیادہ قوۃ اور وثوق کے ساتھ یقین کرتا ہوں کہ دنیا میں جتنے مذہب کبھی تھے یا اب ہیں یا آیندہ ہوں گے سب میں فرد اکمل اسلام ہے۔ انّ الدین عند اللہ الاسلام (اللہ کے نزدیک دین تو بس دین اسلام ہی ہے)۔ اب پھر اصل مطلب کی طرف عود کرتے اور دیکھتے ہیں کہ تعلیم اور مذہب یعنی وہی انگریزی تعلیم اور مذہب اسلام دونوں رکنسائل (متفق) ہو بھی سکتے ہیں یا نہیں۔ اس میں ذرا بھی شک نہیں اور اس میں کلام کرنا نری ہٹ دھرمی ہے کہ تمام مذاہب کی غرض وغایۃ ایک ہے۔ اس غرض وغایۃ کو مختلف عبارتوں سے تعبیر کر سکتے ہیں مگر ہم اسکے لیئے عام اور مختصر الفاظ اختیار کرتے ہیں۔ انسان کی معاش اور معاد کی اصلاح کسی ایک مذہب کا نام لو جس کو تم ضعیف سے ضعیف اور سخیف سے سخیف سمجھتے ہو اور پھر انصاف سے دیکھو تو پاؤ گے کہ اسکے بانی کا یہی مقصود تھا اور بس۔ چونکہ دنیا اور مافیہا کی حالۃ میں تغیرات واقع ہوتے رہتے ہیں اور سب سے زیادہ انسان کی۔ ممکن ہے کہ کسی مذہب کی کوئی خاص بات ایک وقت کے لیئے مناسب ہو اور دوسرے وقت کے لیئے نامناسب۔ لیکن اس سے اُس مذہب کی غرض وغایۃ پر کوئی الزام عائد نہیں ہو سکتا۔ اس مذہب کے شارع نے اپنے نزدیک اپنے عہد میں وہی قاعدہ جو اُس نے قرار دیا انسان کی اصلاح کے لیئے بکار آمد سمجھا۔ اگر وہ قاعدہ اب بکار آمد نہیں رہا تو اس سے کہ وہ وقت نہیں رہا ویسے آدمی نہیں رہے ویسی اُن کی حالۃ نہیں رہی۔ یا بہت سے بہت جو تم کہہ سکتے ہو یہ کہ اس مذہب کے شارع نے غلط سمجھا نہ یہ کہ اُس کا ارادہ فاسد تھا اور انسان کی اصلاح اُسکو مقصود نہ تھی نہ صرف یہ کہ آدمیوں کی حالۃ مرور زمانہ سے بدلتی ہے بلکہ ایک ہی عصر میں اختلاف امزجہ اختلاف آب و ہوا اختلاف مراسم و عادات کی وجہ سے لوگوں کی حالتوں میں اسقدر تنوع دیکھا جاتا ہے کہ گویا وہ ایک آدم کی اولاد نہیں۔ ایک قانون جو ایک ملک میں امن کے قائم رکھنے کی کافی ضمانۃ ہو سکتا ہے شاید دوسرے ملک میں اُسکا اتنا بھی رعب نہ ہو جتنا آجکل کے لوور سکولوں (ادنے درجہ کے مکتبوں) میں

ایک ٹیچر (معلم) کا ہوتا ہے جو مارنا پیٹنا تو درکنار لڑکوں کی طرف نظر تیز سے بھی نہیں دیکھ سکتا۔ لاہور میں لارڈ لارنس کا سٹیچو (بُت) کھڑا ہے ان کے ایک ہاتھ میں قلم ہے اور دوسرے میں تلوار اور سٹیچو کے نیچے لکھا ہے یہی یا اس کے مماثل کوئی دوسری عبارۃ ڈو یو لائک ٹو بی گورنڈ بائی پن اور بائی سورڈ (ان دو باتوں میں سے تمکو کونسی بات پسند ہے کہ تمپر قلم کے زور سے حکمرانی کی جائے یا تلوار کے زور سے) اس عبارۃ کا اس کے سوا اور کیا مطلب ہوسکتا ہے کہ آدمی بعض قلم کا دبائو مانتے ہیں اور بعض تلوار کا کوئی کین (بید) سے ہانکا جاتا ہے کوئی آئرن سوآڈ (لوہے کی سلاخ) سے۔ امیر کابل جو پچھلی دفعہ راول پنڈی کے دربار میں تشریف لائے سُنا کہ بعض انگریزوں نے محض بتقاضاء بے خلوص ان کو صلاح دی کہ حکومت کے پیچ کو ذرا ڈھیلا کریں امیر نے کہا کہ میری کرسی پر بیٹھو تو جانو کہ مجکو پیچ کے زیادہ کسنے کی ضرورۃ ہے پیچ کو ذرا ڈھیلا کروں تو اس کے یہ معنے ہیں کہ کابل کی حکومت سے دست بردار ہوجاؤں۔ اور سچ بھی تو ہے ایسا ہی کانگرس جیسا ان دنوں مدراس میں ہو رہا ہے کابل میں ہو تو ملک میں اس سرے سے اُس سرے تک آگ لگ جائے جب یہاں میں اور کابل میں اتنا فرق ہے تو یورپ اور ایشیا اور افریقہ اور امریکا یعنے ساری دنیا کے لوگ کیونکر ایک سے ہو سکتے ہیں۔ اور جب آدمی ایک سے نہیں تو مذہب کا وہ حصہ جو صلاح معاش سے متعلق ہے کیوں یکساں ہونے لگا۔

سب سے بہتر ہوتا کہ مذہب دنیا سے بالکل الگ تھلگ رہتا مگر یہ ممکن نہ تھا۔ انسان کی طبیعۃ ہی ایسی واقع ہوئی ہے کہ ہر شخص ایک مصیطر چاہتا ہے جو کراماً کاتبین کی طرح ہمہ وقت اُسکی گردن پر سوار رہے اور وہ نہیں ہے مگر مذہب۔ باوجودیکہ مصیطر مذہب ہر ایک کے ساتھ لگا ہے اذ یتلقی المتلقیان عن الیمین وعن الشمال قعید ما یلفظ من قول الا لدیہ رقیب عتید (جب دو دو سُننے والے دائیں بائیں بیٹھے ہوئے جو کچھ وہ کہتا ہے سنتے جاتے ہیں کوئی لفظ مُنہ سے نہیں نکالنے پاتا مگر پاسبان اُسکے پاس موجود) اسپر بھی انسان کج سرشت بدی اور فساد سے باز نہیں آتا دنیا کا کیا حال ہو اگر لوگ قید مذہب سے آزاد ہوجائیں۔ اُس وقت تو سید احمد خاں کو بھی چار و ناچار جہنم کا قائل ہونا پڑے

اس جبر پر تو ذوق بشر کا یہ حال ہے	کیا جانے کیا کرے جو خدا اختیار دے

یورپ میں فرانس اور اٹلی دو سلطنتیں ہیں جنہوں نے فی زعمہم منسٹریشن (طرز حکومت) سے مذہب

کو خارج کر رکھا ہے سو خونریزی خودکشی اور بدکاری اور دغابازی اور انواع واقسام کے فسادات اسقدر شائع ہو گئے ہیں کہ آخرکار مدبران ملک مان گئے ہیں کہ مذہب کو ایڈمنسٹریشن میں شامل کیئے بدون ملک کی حالت ٹھیک نہیں ہو سکتی۔ غرض دنیا کی درستی کے ساتھ چلنے کے لیئے مذہب کا ہونا ضرور ہے کوئی سا مذہب بھی ہو۔ لیکن سخت افسوس کی بات ہے کہ مذہب جس کی غرض وغایۃ ہے اصلاح وہی لوگوں میں فساد کا موجب ہو جیسا کہ ہوتا رہا ہے اور ہو رہا ہے۔ تو جو لوگ صلح کل ہیں اور دنیا ایسے لوگوں سے کبھی خالی نہیں رہی وہ غرض وغایۃ کو دیکھتے اور مذاہب کے اندرونی اختلافات پر نظر نہیں کرتے۔ ہندوؤں کے ویدانت اور مسلمانوں کے تصوف میں یہی رنگ جھلکتا ہے ؎ با مسلمان اللہ اللہ با برہمن رام رام

جنگ ہفتاد و دو ملت ہمہ را عذر بنہ چون ندیدند حقیقۃ رہ افسانہ زدند

اور اگر ان دونوں فرقوں میں زہد کا تشدد نہ ہوتا تو یہ بڑے کام کے فرقے تھے مگر زہد کی سختیوں کے مارے ان کے دائرے سکڑے ہی ہوئے رہے اور ان کو اپنے ایم (مقصود) کے حاصل کرنے میں اگر ان کا ایم وہی رہا ہو جو میں نے سمجھا ہے بحساب کچھ بھی کامیابی نہ ہوئی اور کثرۃ سے لوگوں کو اپنا ہم خیال نہ کر سکے اس واسطے کہ انھوں نے اپنا ماٹو رکھا تجرد اور گوشہ گیری اور یوں بھی غرض وغایۃ پر نظر رکھکر مختلف مذہبوں کے رکنسائل کرنے کا ارادہ اس سے زیادہ کیا کامیاب ہو سکتا تھا جیسے کوئی شخص طب یونانی اور طب انگریزی کو رکنسائل کرنا چاہے صرف اتنی بات پر کہ دونوں کی غرض وغایۃ دفع مرض اور حفظ صحۃ ہے۔ غرض وغایۃ کے متحد ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ جو مختلف ذریعے اس غرض وغایۃ کے حاصل کرنے کے لیئے کام میں لائے جا رہے ہیں وہ سب یکساں طور پر موصل الی المطلوب بھی ہیں۔ اگر صرف شرائع کا اختلاف ہوتا تو شاید وہ چنداں پروا کرنے کے لائق نہ تھا اور شرائع کا حسن وقبح شاید ہم دنیا میں بھی معلوم کر سکتے تھے مگر مذہب کے ساتھ ایک دوسرا جزو اہم اصلاح معاد کا بھی لگا ہے اور جو طریقے اصلاح معاد کے لیئے عمل میں لائے جاتے ہیں ان کی صحۃ اور غلطی ہم پر اس ہستی میں منکشف ہو نہیں سکتی وہ طریقے متعلق ہیں اس ہستی سے جسکو آخرۃ یا عاقبۃ کہتے ہیں۔ اس آنے والی ہستی کے بارے میں ہماری ذاتی معلومات کچھ بھی نہیں۔ روئے زمین کی وسعۃ پر نظر کریں تو اسکا بہت ہی تھوڑا حصہ ہمارا چشم دید ہے

اسپر بھی علم جغرافیہ کے ذریعے سے ہم زمین کے چپے چپے کا حال معلوم کر سکتے ہیں کیونکہ اگر ہم ساری زمین کا احاطہ نہیں کر سکتے تو کسی حصے میں زید کسی میں خالد کسی میں ولید پہنچا ہے اور ان لوگوں کے مشاہدات کتابوں میں مدوّن ہیں اُس آنے والی ہستی میں گئے تو بیشمار آدمی مگر کسی کو لوٹ کر آنا نصیب نہ ہوا

حالِ عدم نہ کچھ کھلا گزرے ہیں رفتگاں پہ کیا کوئی حقیقۃً آن کر کہتا نہیں بُری بھلی

سرے سے اس ہستی کا ہمارے پاس کچھ ثبوت نہیں اور ہے تو بس اسی قدر کہ ہمارا دل گواہی دیتا ہے کہ ہماری روح فانی نہیں اور دنیا کا انتظام متقاضی ہے کہ انسان کو اس زندگی کے بعد ایک طرح کی ہستی ہو اور اُس ہستی میں اُسکو اپنے کیئے کا بدلہ ملے ۔ مذہب کی اتنی بڑی وسیع عمارۃ بس اس ایک خیال پر مبنی ہے اس خیال کو اگر کوئی واہمہ سمجھے تو یہ ایسا واہمہ ہے کہ دنیا میں کوئی یقین اس کے درجے کو نہیں پہنچتا ۔ یقینیات کا انحصار ان ہی چیزوں میں تو نہیں ہے جو ہم کو اپنے حواس ظاہری سمع و بصر وغیرہ کے ذریعے سے دریافت ہوں ۔ حواس ظاہری کے علاوہ ہم کو حواس باطنی بھی عطا ہوئے ہیں مگر یہاں تک مبدء فیاض جلّ و علا شانہ کا فیضان عام ہے جس سے کوئی جاندار محروم نہیں کسی کو کم کسی کو زیادہ حواس ظاہر و باطن کے علاوہ ایک حاسۂ عقل اور بھی ہے کہ وہ انسان کے سوا کسی مخلوق کو عطا نہیں ہوا جو معلومات ہم حواس کے ذریعے سے جمع کرتے یہ حاسۂ عقل ان میں طرح طرح کے تصرفات کرتا ہے از انجملہ جزئیات سے کلیات کا استنباط کرنا اور پھر کلیات سے نئی نئی جزئیات پیدا کرنا ۔ اور دنیا میں جتنی ایجادیں ہوئی ہیں اور ہوتی ہیں وہ سب متفرع ہیں اسی اصول پر ۔ یہ نہیں کہ اسکی توضیح مزید کے لیئے میں سائنس (علوم حکمت) کی کوئی مثال نہیں دے سکتا ۔ ایک دو نہیں ۔ بہت سی مثالیں دیسکتا ہوں ۔ مگر وہی دقیانوسی مثال کیوں نہ لوں جس سے ہم مسلمانوں کے کان اباً عن جدٍ آشنا ہیں ۔ کل حیوان یتحرک فکہ الاسفل عند المضغ (جتنے جاندار ہیں کھاتے وقت اُن کے مُنہ کا نیچے کا جبڑا حرکت کرتا ہے) ایک کلیہ ہے ۔ ہم نے بہت سے بہت جانور دیکھے ہوں گے تو فرض کرو کئی سو قسم کے اور دنیا کے تمام آدمیوں نے ابتدا سے لیکر اب تک کئی سو نہیں کئی ہزار سہی لیکن سو ہوں یا ہزار یا لاکھ یا کرور ہم کو کلیہ بنا لینے کا منصب نہیں تا وقتیکہ کل جزئیات ہمارے مشاہدے میں نہ آجائیں اور یہ ہو نہیں سکتا تو معلوم ہوا کہ مشاہدۂ جزئیات کی ایک حد ہے جسپر پہنچکر ہم کلیہ بنا لیتے ہیں جس کے یہ معنے ہیں کہ جو حیوانات ہماری نظر سے گزرے نہیں دیکھے ہوئے جانوروں کے قیاس پر ہم اُن پر بھی وہی حکم لگا دیتے ہیں

اب اگر کوئی جانور ہمارے سامنے آئے جسکو ہمنے کبھی نہ دیکھا ہو اسی کلیہ کل حیوان یتحرک الخ کے بنا پر ہم یقین کرلیں گے کہ اسکا بھی فک اسفل عند المضغ متحرک رہتا ہوگا گو ہمنے اسکو مضغ کرتے نہ دیکھا ہو اور جب ہم اس کو مضغ کرتے اور فک اسفل ہلاتے دیکھتے ہیں تو ہم کو یقین ہوجاتا ہے کہ ہم نے کلیے کے بنانے میں غلطی نہیں کی یہ حاسہ عقل ہی تو ہے جس کی وجہ سے انسان اشرف المخلوقات کہلایا اور وہ اشرف المخلوقات ہے بھی ۔ ورنہ بعض بعض باتوں میں جانور بمدارج اس سے افضل ہیں ۔ ایک ذراسی بات ہے قوۃ پرواز ۔ وہ ذراسی ہے اس لیئے کہ چیل اور کوے اور مچھر اور بھنگے تک بے تکلف اڑتے اڑتے پھرتے ہیں ۔ مگر انسان کے لیئے وہ ایسی مشکل ہے کہ یورپ کے بےچین لوگ ہاتھ پانو بہتیرے مارتے ہیں مگر آج تک تو کوئی پرواز پر قادر ہوا نہیں ۔ لیکن کیا اس ایک پرواز سے طیور انسان سے افضل ہوگئے حاشا و کلّا ۔ لاکھوں کروڑوں طیور انسان کے ہاتھ سے ہلاک ہوتے رہتے ہیں اور لاکھوں کروڑوں اسکی قید میں ہیں ۔ تو انسان کی فضیلت کا سبب میں ہے ۔ اس کے حاسۂ عقل میں ۔ کہ گو اس کا جسم پرواز نہیں کرسکتا مگر اس کے ذہن کو بلا کی قوۃ پرواز دی گئی ہے ۔ ؎

باوجودے کہ پروبال نہ تھے آدم کے وہاں پہنچا کہ فرشتوں کا بھی مقدور نہ تھا

وہ ذہنی پرواز کیا ہے یہ کہ وہ پرندوں کی پرواز کی مکینک (ساخت) کو دریافت کرتا ہے کہ پرندوں کے جسم کی ترکیب کس طرح پر واقع ہوئی ہے کہ وہ پرواز کرسکتے ہیں ۔ گو آدمی اڑ نہیں سکا مگر اسنے بے اڑنے کے علم دریافت کرلی ہے اور اس سے کچھ دور نہیں بے پر کی تو وہ اب بھی اڑاتا ہے ۔ کسی نہ کسی دن آپ بھی بے پر کے اڑنے لگے ۔ کیونکہ پرواز سے بہت زیادہ عجیب عجیب کام اس نے کیئے ہیں اور کر رہا ہے ۔ لیکن یہاں آدمیوں کا مذکور ہے یعنی اہل یورپ کا نہ ہم نیٹوز کا کہ ہم تو ان کے مقابلے میں جانوروں سے بھی گئے گزرے ہیں ۔ ہماری پرواز کی حد تو یہیں تک ہے کہ علی گڈھ کالج کے سٹریچی ہال میں جلسہ ہونے کو ہو طالب العلم اچک اچک اور پھدک پھدک کر اوپر گیلری میں جا بیٹھے ۔ خیر تو غرض یہ ہے کہ انسان میں حاسۂ عقل بڑی چیز ہے اور ادراکات عقلی ہمکو ایسا ہی یقین دلا سکتے ہیں جیسے مشاہدات ۔ اور دنیا کے تمام کاروبار اسی بنا پر چل رہے ہیں ۔ تو اگر ہمارا دل گواہی دیتا ہے کہ خدا ہے اور ہمارا دل گواہی دیتا ہے کہ ہماری روح فانی نہیں ۔ اور ہمارا دل گواہی دیتا ہے کہ دنیا میں نیکی اور بدی دو چیزیں ہیں ضد یکدیگر ۔ اور ان کے نتیجے ہیں اچھے اور برے ۔ اور جس طرح ہم اوپر سے ڈالی چیز گراتیں اور وہ

فاصلے اور وزن کے لحاظ سے اوپر یا سویر زمین پر گر کر رہے گی۔ اسی طرح نیکی اور بدی کے نتیجے ظاہر ہو کر رہیں گے اور جس دن وہ نتیجے کامل طور پر ظاہر ہوں وہی آخرۃ یا عاقبۃ یا قیامۃ ہے تو ہم نہیں سمجھتے کہ ان باتوں کو فیکٹس (واقعات نفس الامری) ماننے کے لئے ہمکو کسی ثبوت کی بھی ضرورۃ ہے۔ جس طرح ہم کو ایک چیز سفید دکھائی دیتی ہے اور ہم یقین کرتے ہیں کہ واقع میں وہ سفید ہے جس طرح ہزاروں عقلی باتیں ہم کو سوجھتی ہیں اور ہم یقین کر لیتے ہیں کہ واقع میں وہ ویسے ہی ہیں جیسے ہم نے سمجھیں تو کیوں ہم خدا کے ہونے اور روح کے باقی رہنے اور آخرۃ کے آنے کا یقین نہ کریں۔ ہماری فطرۃ ہماری بناوٹ۔ ہماری ہستی جیسے مشاہدات کا ثبوت ہے ویسے ہی ادراکات عقلی کا بھی ثبوت ہے فرق صرف اتنا ہے کہ مشاہدہ مابعد سے دوسرے ادراکات عقلی کی تصدیق ممکن ہے ان ادراکات مذہبی کے لیئے دنیا میں ایسی تصدیق کا موقع نہیں اور جب تصدیق کا وقت آئیگا تو الٹ کر اس متقدم زندگی دنیا پر اپنا اثر نہیں ڈال سکیگا یوم یأتی بعض ایات ربک لا ینفع نفسا ایمانها لم تکن امنت من قبل او کسبت فی ایمانها خیرا (جس دن پروردگار کی نشانیوں میں سے قیامۃ کی نشانی آموجود ہوگی تو اگر کوئی شخص پہلے سے ایمان نہیں لایا یا اُس نے ایمان کی حالت میں کوئی نیکی نہیں کی اب اس وقت اُس کو ایمان لانے سے کچھ فائدہ نہیں ہوگا) دنیا میں مذہبی ادراکات عقلی کی تصدیق مشاہدہ نہ ہو سکنے کی وجہ سے بہت سے لوگ لگے عاقبۃ سے انکار کرنے۔ مگر ان کا یہ انکار من چاہے منڈیا ہلائے کیا مستند ہو سکتا ہے جب کہ اندر سے ان کے دل بول رہے ہیں کہ قیامۃ آنی ہے واذا قیل ان وعد اللہ حق والساعۃ لاریب فیها قلتم ما ندری ما الساعۃ ان نظن الا ظنا وما نحن بمستیقنین (اور جب کہا جاتا ہے کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے اور قیامۃ کے آنے میں ذرا شک نہیں تو تم اسکا جواب دیتے ہو ہم کو تو معلوم نہیں۔ ہاں ایک یوں ہی سا خیال تو ہم کو بھی ہے مگر جس کو یقین کہتے ہیں وہ نہیں) ذرا ان لفظوں پر خیال کرنا ان نظن الا ظنا انکار نہیں ہے مگر ویسی تسلیم بھی نہیں جو ایک ادراک عقلی کی نسبۃ ہونی چاہیے جس جس پہلو سے دیکھتے ہیں انسان حقیقۃ میں عجائب المخلوقات ہے۔ اس کے ارادے اس کے حوصلے اس کی ہمۃ کو دیکھو تو عرصۂ زمین و آسمان اس پر تنگی کر رہا ہے اور جیسے آپ ضعیف البنیان ہیں معلوم۔ ہستی مختصر بے ثبات قوتیں ناقص ناتمام ؎

خاک کے پتلے نے دیکھ کیا ہی مچایا ہے شور
فرش سے لے عرش تک کر رہا ہے اپنا زور

سینے میں قلزم کو لئے قطرے کا قطرہ رہا بل بے سمائی تری اُف رے سمندر کے جگر

خدا نے آنے والی ہستی کی اِس کو ایک جھلکی تو دکھا دی کہ اِس کے دل میں اُس کی گواہی موجود ہے اور کسی مصلحۃ سے چشم سر دکھانے میں کیا مضایقہ طبیعۃ تو اِس کی بے چین تھی ہی اب اِس کا حال یہ ہے کہ نہ تو اِس خیال کو چھوڑ سکتا ہے کہ طبیعۃ نہیں مانتی اور نہ اُس ہستی کی پوری پوری کیفیۃ معلوم کرسکتا ہے کہ وہاں تک رسائی نہیں۔ پس اِس کی مثال اُس انجنیر کی سی ہے جو ایک نئی کل کے بنانے کی فکر میں ہے منصوبے تو بہتیرے ذہن میں ہیں مگر آلات مساعد نہیں کہ کسی منصوبے کو عمل میں لاکر دیکھے اور یہ کلیں جو ایجاد ہوا کرتی ہیں تو ان کا یہی قاعدہ ہے کہ ایک منصوبہ ذہن میں آیا اُسکو بنا کر دیکھا بسا اوقات ایسا ہوا ہے کہ سوچا کچھ اور نکلا کچھ آخر کار بن بگڑ کر ایک بات پیدا ہو جاتی ہے اور اُس میں اصلاح و ترمیم ہوتی رہتی ہے۔ مذہبی منصوبوں میں یہ بڑی قباحۃ ہے کہ اِن کا صحیح و غلط ہونا ہم کو اِس زندگی میں معلوم نہیں ہو سکتا یعنی مذہبی منصوبوں پر کوئی چک (روک) نہیں۔ ہر شخص ایک منصوبہ سوچتا ہے اگر وہ صحیح ہے تو دوسرے سے اُس کی صحۃ تسلیم کرانی مشکل اور غلط ہے تو اس کی غلطی کی گرفت دشوار۔ یہ اصلی سبب ہے کہ کیوں مذاہب میں اِس کثرۃ سے اختلاف ہے اور کیوں اختلاف مذاہب یوماً فیوماً بڑھتا چلا جا رہا ہے ولو شآء اللہ لجعلھم امۃ واحدۃ ولا یزالون مختلفین الا من رحم ربك ولذلك خلقھم (اور اگر خدا چاہتا تو سب آدمیوں کو ایک ہی مذہب کا کر دیتا اور ہمیشہ آپس میں اختلاف کرتے رہیں گے مگر جس پر خدا کی مہر ہو اور اسی لیئے انسان کو پیدا کیا ہے) اختلاف مذاہب کو بڑھتا ہوا دیکھکر لوگوں کی طرف سے بدگمان نہیں ہونا چاہیئے کہ دنیا میں بے دینی پھیلتی جاتی ہے۔ نہیں۔ اختلاف کی ترقی اِس بات کی دلیل ہے کہ لوگ کثرۃ سے دین پر متوجہ ہیں۔ اختلاف مذاہب میں لوگوں کا قصور نہیں۔ قصور اگر ہے اور میں اسکو قصور سے تعبیر ہی کرسکوں تو نفس مذہب کا ہے۔ وہ مضمون ہی ایسا ہے جس کے شکوک اِس دنیا میں حل ہو ہی نہیں سکتے۔ اگرچہ یقیناً معلوم ہے کہ اختلاف مذہب تا قیامۃ رفع نہیں ہو سکتا اور اسی لیئے روز قیامۃ کا دوسرا نام ہے یوم الفصل اور اِس کی وجہ تسمیہ بھی قرآن میں جا بجا اور بار بار بیان فرما دی ہے فینبئکم بما کنتم فیہ تختلفون (جن جن باتوں میں تم لوگ اختلاف کر رہے ہو قیامۃ کے دن خدا سب تم کو بتا دے گا) غرض اگرچہ اختلاف مذہب تا قیامۃ رفع ہونے والا نہیں لیکن اِس سے یہ نتیجہ نہیں نکالنا

چاہیئے کہ ہم رفع اختلاف میں کوشش نہ کریں۔ اس اختلاف کے خطرناک نتیجے عاقبۃ میں تو جب ظاہر ہوں گے تب ہوں گے کہ ایک مقام پر فرماتے ہیں ذلك یوم مجموع له الناس وذلك یوم مشهود وما نؤخره الا لاجل معدود یوم یأت لا تكلم نفس الا باذنه فمنهم شقی وسعید فاما الذین شقوا ففی النار لهم فیها زفیر وشهیق خالدین فیها ما دامت السموات والارض الا ما شاء ربك ان ربك فعال لما یرید واما الذین سعدوا ففی الجنة خالدین فیها ما دامت السموات والارض الا ما شاء ربك عطاء غیر مجذوذ (یہ وہ دن ہے جس میں سب آدمی ایک جگہ جمع کیئے جائیں گے اور یہی وہ دن ہے جس کو سب آدمی دیکھ لیں گے اور ہم اس کے لانے میں دیر بھی کر رہے ہیں تو معدود سے چند دنوں کی جس وقت وہ دن آموجود ہوگا کسی کو بات کرنے کی مجال نہ ہوگی مگر خدا کے حکم سے۔ پھر لوگ بعض بدبخت ہوں گے اور بعض خوش نصیب تو بدبخت لوگ دوزخ میں جائیں گے اور وہاں چلّائیں اور دھاڑیں گے اور اسی حالت میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے جب تک آسمان وزمین قائم ہیں مگر جو خدا کو منظور ہو خدا جو چاہتا ہے کر گزرتا ہے اور جو خوش نصیب ہیں وہ بہشت میں ہوں گے اور اُسی میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے جب تک آسمان و زمین قائم ہے مگر جو خدا کو منظور ہو۔ یہ بخششیں ہیں جن کو انقطاع نہیں) غرض اختلاف مذہب کے خطرناک نتیجے عاقبۃ میں تو جب ظاہر ہوں گے تب ہوں گے اس اختلاف نے دنیا ہی کے برباد کرنے میں کیا اُٹھا رکھا ہے سب سے بڑا جرم جس کا انسان مرتکب ہو سکتا ہے قتل اور خونریزی ہے اور خونریزی کے متعدد اسباب ہو سکتے ہیں لیکن تمام اسباب کثیر الوقوع اور نادر الوقوع ایک طرف اور اختلاف مذہب ایک طرف اس پر بھی اختلاف مذہب ہی کا پلّہ بھاری رہے گا۔ میرا خیال تو یہ ہے کہ جتنے خون ابتدا سے دنیا سے آج تک اختلاف مذہب کی وجہ سے ہوئے ہیں اگر سب کا جمع کیا جانا ممکن ہوتا تو ایک دریا سے خون بہتا ہوتا لیکن مذہب ایسا سفاک ہے کہ وہ اس کو بھی دیکھکر پکار اُٹھتا هل من مزید (کچھ اور بھی ہے) بات یہ ہے کہ لوگ اس قدر مستعجل ہیں کہ قیامۃ کے فیصلے کا انتظار نہیں کر سکتے اور ہر مذہب والا چاہتا ہے کہ دوسرے مذہب کے لوگوں کو صفحۂ ہستی سے معدوم کر دے مسلمان تو ناحق ہیں بدنام ہیں گو دی ڈاگ لے بیڈ نیم اینڈ ہن کِل ہم اوٹ (کتے پر ناحق الزام لگاؤ اور لات مار کر باہر کرو) کوئی ایک مذہب والا تو کہے کہ اس نے موقع پاکر ٹالریشن (تحمل) دکھایا ہے عیسائی جن کے

مذہب کا یہ اصول ہے کہ اگر تیرے ایک گالے پر کوئی طمانچہ مارے تو دوسرا بھی اُس کے آگے کر دے کہ اس پر بھی دست شفقت پھیرا اور جب تک آدمی ایسی موئی مٹی نہ بن جائے آسمانی باپ کی بادشاہت میں داخل ہونے کے لایق نہیں کروسڈ (عیسائیوں کے جہاد) کے ہاربل کانسیکوئنسز (خوفناک نتائج) سے قطع نظر کرو۔ یہ عیسائی اگر ایسا مزاج رکھتے ہوتے تو انڈیا میں دوا کو ڈھونڈے نہ ملتے۔ مین انڈی مین آل دی ورلڈ اوور (تمام دنیا کے آدمی کچھ ایک ہی طرح کے نہیں ہیں) سہ

ہر یکے ناصح برائے دیگران ناصح خود یافتم کم در جہان

الغرض مذہب کا یہ بڑا خطر عاجل ہے کہ وہ لوگوں میں التیام وارتباط قائم نہیں ہونے دیتا اور نااتفاقی ایسی بد بلا ہے کہ شخصوں شخصوں میں ہو تو اور قوموں قوموں میں ہو تو دونوں ہی فریق اس سے نقصان اٹھاتے ہیں۔ تو اگر ہم اس آگ کو بالکل بجھا نہ سکیں کم سے کم اتنا تو کریں کہ اس کو اور زیادہ نہ بھڑکنے دیں۔ مگر سخت افسوس کی بات ہے کہ جن لوگوں نے اس آگ کو بجھانا چاہا پانی کی جگہہ لگے کروسن آئل کی بھرمار کرنے پس اب وہ آگ ایسے زوروں پر ہے کہ شاید سمندر کا پانی بھی اس کو نہیں بجھا سکتا۔ آپ سمجھے کہ کروسن آئل سے میں نے کیا مراد رکھی ہے۔ کروسن آئل سے میری مراد ہے مذہبی مناظرے۔ کہ مناظرے کے جو طریقے مناظرین نے اختیار کیئے دلوں کے دکھانے والے اور ضد اور مخالفۃ کے پیدا کرنے والے تھے۔ اور بجائے اسکے کہ مناظرے سے التیام کی کوئی صورۃ پیدا ہو عداوتیں قائم ہو گئیں۔ وہی جیسا ابراہیم ؑ نے فرمایا تھا بدا بیننا وبینکم العداوۃ والبغضاء ابدا (ہم میں اور تم میں ہمیشہ کے لیئے کھلی دشمنی ہو گئی) اگر مذہب دنیا سے سروکار نہ رکھتا ہوتا تو کچھ بھی بات نہ تھی موسیٰ بدین خود عیسیٰ بدین خود۔ مگر بڑی مشکل یہ آکر پڑی ہے کہ بے مذہب کے دنیا کا کام چل نہیں سکتا۔ انسان اس طرح کا منھ زور ٹٹو ہے کہ مذہبی لگام کے بدون کسی ڈھب سے قابو میں آنے والا نہیں۔ یہ جو اتنا امن دنیا میں دیکھتے ہو گو سلطنت اور حکومۃ کو بھی اس میں کسی قدر دخل ضرور ہے مگر بڑا دخل مذہب کا ہے۔ ایک ملک فرض کرو جس کے باشندوں کو نہ خدا کا خوف ہو نہ عاقبۃ کا اندیشہ پھر دیکھیں تو کون سے منتظم گو وہ انگریز ہی کیوں نہ ہوں اس کا انتظام کیئے لیتے ہیں۔ غرض مذہب سے تو کسیطرح چھٹکارا نہیں۔ آدمی ہے تو جسطرح وہ بادی البشرہ مستقیم القامہ عریض الاظفار ہے ریلیجس (مذہبی) بھی

ضرور ہے اور ریلیجن (مذہب) ہے تو ریلیجن کے ساتھ اختلاف بھی ضرور ہے۔ اور اختلاف ہے تو اس کے ساتھ کشمکش بھی ضرور ہے۔ یہ کشمکش ہمارے اس بدنصیب ملک میں چند روز سے بہت ہی اشتداد پکڑ گئی ہے۔ اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہندو مسلمان جن کا چولی دامن کا ساتھ ضرب المثل تھا۔ اب ایک جگہ امن سے نہیں رہ سکتے اور سچ بھی تو ہے جب تک انگرکھے تھے چولی اور دامن کی ضرورۃ تھی اب نئی قسم کے کوٹ چل پڑے ہیں جو چولی اور دامن دونوں سے بے نیاز ہیں۔ کبھی آپ صاحبوں نے اس بات میں غور کیا ہے کہ برعکس ما مضی ہندو مسلمانوں کے جھگڑے کیوں از سرِ نو تازہ ہوگئے ہیں۔ ہم کو تو یہ توقع تھی کہ انگریزی تعلیم ٹالریشن سکھاتی اور تعصب وجہالۃ کی ظلمتوں کو دور کرتی ہے عجب نہیں رفتہ رفتہ ہندو مسلمان ایک ہو جائیں۔ مگر واقعات بتا رہے ہیں کہ ایک ہونا کیسا ہندو مسلمان دو خط ہیں متنفر الملاقاۃ لیکن ہندو مسلمان اس ملک میں کوئی نئے آکر نہیں بسے دونوں مذہبوں میں کوئی انوکھی بات پیدا نہیں ہوئی۔ سلطنۃ جس کے پیچھے ایک کو ایک کھائے جاتا تھا خدا نے دونوں سے لے کر تیسرے حقدار کے حوالے کر دی پھر یہ بیٹھے بٹھائے ہوا تو کیا ہوا کہ کبھی کی اگلی بھولی بسری خصومتیں از سرِ نو تازہ ہوگئیں۔ ہاں تو ہوا تو یہ کہ انگریزوں نے دونوں کی باگیں ڈھیلی چھوڑ دیں۔ آزادی کے خبط سے تو کوئی انگریزی دماغ خالی نہیں۔ اپنی ولایۃ میں انھوں نے دیکھا تھا کہ دنیا میں لاکھ دولتوں کی ایک دولۃ آزادی ہے اور یورپ میں ساری رونق اور خوش حالی اسی آزادی کے دم قدم سے ہے۔ رعیۃ پروری کے جوش میں آکر اس بات پر تو نظر کی نہیں کہ نیٹوز کو اس نشے کی سہار بھی ہے یا نہیں بے سوچے سمجھے سب کو خود مختار کر دیا۔ پس انگریزوں اور ہندوستانیوں کی ویسی ہی مثال ہوگئی کہ ایک نادان ماں نے دودھ پیتے ننھے بچے کو قوی قوی غذائیں کھلانی شروع کیں کہ جلدی سے بڑا ہو جائے۔ بچہ قوی غذاؤں کو ہضم نہ کر سکا اور آخر کار ہلاک ہو گیا۔ انگریزوں کی سلطنۃ کو ایسے کون سے قرن گزر گئے تھے چند اور صبر کیا ہوتا ہندوستانیوں میں انگریزی مذاق اچھے طرح سے رچ جاتے تو بتدریج ان کو آزادی دینے کا مضایقہ نہ تھا۔ انگریزی مذاقوں کا حال یہ ہے کہ محدودے چند کو تو ڈالو بھاڑ میں ہندو اپنے سوا سبھی کو بھرشٹ (ناپاک) سمجھتے ہیں ازاں جملہ انگریزوں کو بھی رہے مسلمان سو ان کے

مذاقوں کا اندازہ اِس سے ہو سکتا ہے کہ فقیر اپنی اسی پُرانی وضع کو نباہے چلا جاتا ہے اور
مجکو اسی میں آسایش بھی ملتی ہے اِس پر صرف لمتے تعلق سے ہے کہ کانفرنس میں ہر سویں دن آکر
لکچر دے دیتا ہوں وہ بھی طوعًا نہیں بلکہ کرہًا اور اپنے زعم میں سید احمد خاں کی لاگ لپیٹ
کی بھی کوئی بات نہیں کہتا مگر چونکہ کانفرنس کی ابتدا سید احمد خاں سے ہے اور سید احمد خاں مسلمانوں
میں انگریزی کا رواج دینا چاہتے ہیں اور انگریزی انگریزوں کی زبان ہے اور انگریز نصارے ہیں
اور نصارے مسلمانوں کے نزدیک کافر ہیں اور کافر مستوجب نار ہیں اتنے تعلق سے اگر اس کو تعلق
کہہ سکتے ہیں تو فقیر کو لوگ کافر بتاتے ہیں اور کافر بھی کہیں مگر قسم کھانے کی بات ہے کہ مسلمان تو نہیں سمجھتے

یک مومن باصفا و او ہم کافر　　　پس درہمہ ملک یک مسلمان نبود

کفر تو آپنے بہت سُنے ہوں گے مگر میرے کفر مسلسل کو دیکھیے گا کہ کیسا درجہ بدرجہ فلش ہوتا چلا آیا
ہے۔ کافر بہت مگر کوئی ایک تو کفر کا ایسا شجرہ دکھائیے۔ مجکو اپنے کفر کے سلسلے پر بچوں کی ایک
حکایت یاد آئی کہ ایک چڑیا کہیں سے ایک دانہ اناج کا اُٹھا لائی اور وہ دانہ اُس نے لاکر کسی ایک
لکڑی پر رکھا کہ اطمینان سے بیٹھکر کھائے لکڑی میں تھا شگاف وہ دانہ درز میں چلا گیا اب یہ بہتیرے
جتن کرتی ہے چونچ والنے تک نہیں پہنچتی۔ ناامید ہو کر بیچاری فریاد کرتی پھرتی تھی۔ کاٹ دانہ
دیتا نہیں چگوں سو کیا۔ کوّے سے کہ یہ بڑا سیانا جانور ہے اور اس کے سیان پت کا نتیجہ بھی معلوم
ہے اس کو صلاح دی کہ کسی بڑھئی سے جا کر کہہ وہ کاٹ چیر دے گا اور تیرا دانہ نکل جائیگا چڑیا
دوڑی دوڑی بڑھئی پاس گئی اِس نے کاٹ کے چیرنے سے انکار کیا تو چڑیا ہر ایک سے فریاد کرتی
پھرتی تھی بڑھئی کاٹ چیرتا نہیں کاٹ دانہ دیتا نہیں چگوں سو کیا۔ پھر وہ راجہ پاس گئی کہ بڑھئی پر
ڈنڈ کرے۔ راجہ نے بھی اِس کی فریاد نہ سُنی تو وہ کہتی تھی راجہ بڑھئی ڈانڈتا نہیں بڑھئی کاٹ
چیرتا نہیں کاٹ دانہ دیتا نہیں چگوں سو کیا۔ پھر چڑیا رانی پاس گئی کہ راجہ سے روٹھ جا وُاس نے بھی نہ مانا
تو چڑیا کہتی تھی رانی راجہ سے روٹھتی نہیں راجہ بڑھئی ڈانڈتا نہیں بڑھئی کاٹ چیرتا نہیں کاٹ دانہ
دیتا نہیں چگوں سو کیا۔ اسی طرح چڑیا چوہے اور بلی اور کتے اور لاٹھی اور آگ اور پانی سب کے پاس فریاد
لے گئی اور کاٹ سے دانہ اگلوا کر رہی۔ میں دیکھتا ہوں تو اس کی فریاد کا سلسلہ میرے کفر کے سلسلے
کے متوازی چلا جاتا ہے۔ غرض کیا ہندو کیا مسلمان آزادی کے ضبط کرنے کا ظرف نہ اُن کا تھا

نہ ان کا۔ انگریزوں سے نے آکر یلا دی آزادی کی دو آتشہ برانڈی۔ پینا تھا کہ لگے بنکارنے۔ کچھ تو مد اس میں پڑے بہک رہے ہیں۔ یقین نہ ہو تو جا کر سُن آؤ۔ ڈر ہے کہ کہیں ہمنشہ رہیں نہ گر پڑیں۔ کتنوں کو پمفلٹس (رسالوں) اور آرٹکلوں کی ٹرلگی ہے یہ تو گورنمنٹ کے احسانات کی تحریری مکافاۃ ہے رہی زبانی سو انگریزی خوانوں کی گفتگو کا معمولی ٹاپک (مضمون) گورنمنٹ کی بدیوں کا رونا ہے اور بس۔ اِس آزادی بے ہنگام نے گورنمنٹ اور رعایا کے باہمی تعلقات کو تو ویل ریسٹرینیڈ (منقبض) کیا اور آپس میں رعایا با رعایا جیسی کچھ جوتیوں میں دال بنٹ رہی ہے اعظم گڈھ غازی پور ابھی بونا جونا گڈھ برما کے افسوسناک واقعات اس کی شہادت دے رہے ہیں۔ اِس پر بھی گورنمنٹ ہندوستانیوں کو آزادی کا دینا جائز رکھتی ہے تو یوں سمجھو کہ گورنمنٹ آپ اپنی خرابی کر رہی ہے اور اپنے ساتھ ہندوستان کی بھی۔ مذہب کے لحاظ سے جس ملک کی یہ حالت ہو جو سارے ہندوستان کی ہے کہ کوئی سر مذہب کے خبط سے خالی نہیں کسی میں ٹالریشن کا نام نہیں جتنے آدمی وتنے مذہب اور ہر شخص بجائے خود مطلق العنان کہ دوسرے مذہب والوں کی بدتر سے بدتر مذمت لکھے اور مشتہر کرے سر بازار پکار پکار کر بُرا کہے کسی طرح کی ممانعت نہیں۔ ایسے ملک کے امن کا خدا حافظ۔ مگر ایک بار میں آپ صاحبوں سے پھر پوچھنا چاہتا ہوں کہ ہم ہندوستانیوں کے یہ مذاق بگڑے تو کیوں بگڑے بگڑے انگریزی تعلیم سے۔ اِس سے کوئی صاحب یہ نہ سمجھیں کہ میں انگریزی تعلیم کا مخالف ہوں میں کچھ کرتا نہیں اور مجھ سے کچھ ہو نہیں سکتا اور مجھکو انگریزی آتی بھی نہیں۔ یہ باتیں تو ہیں دوسری میں انگریزی تعلیم کی ضرورۃ کو مسلمانوں کی تمام دنیاوی ضرورتوں پر مقدم رکھتا ہوں بشرطیکہ اسکی تعلیم علی گڈھ کالج کے طور پر ہو کہ لوگ انگریزی بھی پڑھیں اور بھلے مانس بھی رہیں نہ تو گورنمنٹ کو انکی طرف سے کسی طرح کا کھٹکا ہو اور نہ ہمسایوں کو اِن سے کسی قسم کی ایذا پہنچے۔ لکچر خود بخود انٹی کانگرس کا سا رنگ آگیا اگرچہ میرا یہ مقصود نہ تھا۔ لیکن میں اس کو کانفرنس کا لیجٹمٹ (باقاعدہ) کام سمجھتا ہوں کہ وہ تعلیم مروجہ کے نتائج میں غور کرے۔ میں نے علیگڈھ کالج کی تعلیم کے علاوہ عموماً تمام تعلیم کو کنڈم (قبیح) کر دکھایا ہے سو یہ کچھ سید احمد خاں کی مونھ دیکھے کی بات نہیں ہے۔ اگر میرا حافظہ غلطی نہیں کرتا تو سر آکلنڈ کالون جیسا سٹیٹسمین (مدبر) اس کی تصدیق کر گیا ہے اور سب سے بڑی تصدیق تو اِن طالب العلموں کا ٹریننگ (تربیۃ) ہے کہ پڑھانے لکھانے کے علاوہ اُنکے اخلاق اُنکی تہذیب چال چلن

کی نگرانی اور خیالات کی اصلاح کی جاتی ہے اور مجکو پورا بھروسا ہے کہ ان شاء اللہ یہ لوگ سید احمد خاں کی سرپرستی میں تعلیم پاکر ایجوکیٹیڈ جنٹلمن (تعلیم یافتہ شریف) کے عمدہ نمونے ہونگے اور کالج کی ناموری کو ہمیشہ کے لیئے قائم رکھیں گے۔ آمین۔ اب میں انگریزی خواں طالب العلموں کو عموماً اور علی گڈھ کالج کے طالب العلموں کو خصوصاً تعلیم کے ایک اور خطرے سے آگاہ کرنا چاہتا ہوں۔ طالب العلمو ذرا متوجہ ہو کر سنو۔ میں نے ابھی تھوڑی دیر ہوئی مذہبی اختلاف کو آگ سے اور مذہبی مناظرے کو کروسن آئل سے تشبیہ دی تھی۔ اگر مذہبی اختلاف آگ اور مذہبی مناظرہ کروسن آئل ہے تو جس خطر کو میں بیان کرنا چاہتا ہوں کمبسٹبل میٹر کے سوا میں ہی اس کا دوسرا نام تجویز کر نہیں سکتا۔ سر جارج ایڈمنسٹن کے زیر نظر انڈین پینل کوڈ کے ترجمے میں شریک مغلوب میں بھی تھا اس وقت کمبسٹبل میٹر کا ورنیکولر اکویولینٹ (مرادف اردو) رکھا گیا تھا بھک سے اُڑجانے والا مادہ۔ مدتوں کی بے تعلقی کے سبب اور تو سارا ترجمہ بھول گیا غرابۃ لفظ کی وجہ سے جب کبھی کمبسٹبل نظر سے گزر جاتا ہے فوراً اُس کا ترجمہ بھک سے اُڑجانے والا یاد آجاتا ہے۔ پہلے ہی سے ہمارے ملک میں خدا کے فضل سے مذہبوں کی کچھ کمی نہ تھی معلوم نہیں اور ملکوں کا کیا حال ہے مگر یہاں تو مذہب انڈے بچے دیئے چلا جاتا ہے۔ ہمارے دیکھتے دیکھتے بہت سے نئے مذہب پیدا ہو گئے۔ بلکہ یہ عمل داری مذہب کو کچھ ایسی سازگار آئی ہے کہ مذہب کی اس حال کی نسل میں کچھ اُچھل کود زیادہ معلوم ہوتی ہے یا تو بچپن کا تقاضا ہے یا جہاں سب چیزیں اپنی اپنی جگہہ ترقی کر رہی ہیں مذہب نے بھی نسل میں ترقی کی ہے۔ نئے مذہبوں میں جس نے بڑی اودھم مچا رکھی ہے سائنٹفک مذہب یعنے فلسفہ ہے جس کو لوگ نیچر کے نام سے پکارتے ہیں۔
سائنٹفک کہو یا نیچر مطلب ایک ہی ہے۔ اتنا فرق ضرور ہے کہ لوگ لفظ نیچر کی ڈبی مٹی پلید کر چکے ہیں اور اب تک بھی کر رہے ہیں اور یہ لفظ بتقاضائے بشریۃ نیچریوں کے سامنے پر ضرور گراں گزرتا ہوگا۔ لفظ سائنٹفک میں سوائے اس کے کہ انگریزی ہے اور کوئی عیب نہیں۔ اختلاف مذہب تو ایسی بدبلا ہے کہ اتنے بڑے ہندوستان میں صرف دو ہی مذہب ہوتے اور ایک دوسرے سے اختلاف کرتے تو سارے ہندوستان کو بے چین رکھنے کے لیئے بس کرتے تھے نہ کہ کوڑیوں مذہب اور سب میں پھوٹ۔ اس پر تشریف لائے نئے سائنٹفک صاحب کہ بڑے میاں سو بڑے

میاں چھوٹے میاں سبحان اللہ۔ انھوں نے تو آتے کے ساتھ کل مذہبوں پر جھاڑو پھیرنی شروع کی۔ مسلمان جو انگریزی سے بدکتے ہیں تو یہ ان کی غلطی ہے۔ انگریزی میں کیا دھرا ہے خدا نہ کہا گاڈ کہا۔ بس کی گانٹھ تو سائنس ہے۔ اور یہ جیسا اسلام کا دشمن ویسا ہی ہندوؤں کے مذہب کا۔ اور مسلمان یہ سنکر بڑا تعجب کریں گے ویسا ہی بلکہ سب سے بڑھکر خود انگریزوں کے مذہب عیسائیۃ کا۔ اگر مسلمان سائنس کو جانتے ہوتے تو ایسی لغو اور بے اصل بات کبھی بھی منہ سے نہ نکالتے کہ لوگوں کو عیسائی کرنے کی غرض سے انگریزی پڑھوائی جاتی ہے۔ انگریزی پڑھکر مسلمان مسلمان رہے یا نہ رہے قسم کھانے کی بات ہے کہ عیسائی تو نہیں ہو سکتا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ اگر کسی کو سائنس چڑھ گیا اور اُس نے دیکھا اسلام کی آنکھ میں ناخنہ تو وہ عیسائیت کو دیکھے گا دولا دیدے پٹ۔ مسلمان تو بھلا انگریزی پڑھکر کیا عیسائی ہوگا جو اصل نسل کے عیسائی ہیں ہم کو تو اُن کے عیسائی ہونے میں بھی تامل ہے۔ اور یوں مذہب کو قوم کا مرادف سمجھا چاہیے تو لامشاحۃ فی الاصطلاح بیچارے نیچریوں ہی نے ایسا کس کا باپ مارا ہے کہ یہ قسمیں کھا کھا کر اپنے تئیں مسلمان کہیں اور ان کو مسلمان نہ سمجھا جائے۔ ابھی لوگوں پر نیچریوں کی حقیقۃ ہی منکشف نہیں۔ نیچریوں کے اصل معتقدات تو کتاب الملل والنحل میں لکھے ہوں گے یا اس سے اتر کر (نہیں اُس سے بڑھکر) سر سید قبلہ کو معلوم ہوں گے مگر جہاں تک سُنے سُنانے مجکو معلوم ہیں اس کی رو سے نیچری مسلمانوں میں وہ مذہبی فرقہ ہے جو اسلام اور سائنس میں توافق دینا چاہتا ہے۔ ان کی نیۃ کے بخیر ہونے میں تو ہرکہ شک آرد کافر گردد۔ مگر یہ بات دیکھنے کی ہے کہ اسلام اور سائنس میں توافق پیدا کرنے کے لیئے ان لوگوں نے جو اصول اختیار کیئے ہیں ٹھیک بھی ہیں یا نہیں۔ اگر ہم ان باتوں کی فہرست بنانی چاہیں جو اسلام میں اور دیگر مذاہب میں مختلف فیہ ہیں تو شاید ہر ایک مذہب کے مقابلے میں چند آئٹم (مدات) سے زیادہ اس فہرست میں نہ ہوں۔ مثلاً ہم اسلام اور عیسائیت میں مقابلہ کرتے ہیں تو جن باتوں میں جھگڑا ہے اسی قدر ہیں کہ عیسائی تثلیث کے قائل ہیں ہم نہیں۔ عیسائی کہتے ہیں کہ حضرت مسیح ؑ مصلوب ہوئے ہم کہتے ہیں نہیں۔ عیسائی کہتے ہیں خدا عدل اور رحم کو جمع نہیں کر سکتا جس کی وجہ سے کفارے کی ضرورۃ واقع ہوئی ہم کہتے ہیں کر سکتا ہے اور کفارہ کوئی چیز نہیں۔ مقدمہ تو اس قدر پیچیدہ ہے کہ تیرہ سو برس سے آج تک فیصل نہیں ہوا مگر اہل

متنازع فیہ ہی دو چار ہیں اور بس لیکن نیچری ٹھیرے گھر کے بھیدی یہ اصول اور فروع جہاں کہیں فی زعمہم ضعف پاتے ہیں حملہ کیئے بدون نہیں رہتے اور اسلام اور نیچریوں کے جھگڑے کا ایک طومار بن گیا ہے اور سید احمد خاں کی کل مصنفات نیا پرانا تہذیب الاخلاق اور نومسلموں کے نام کیا گنواؤں - مولوی مہدی علی اور مولوی چراغ علی کے تمام ملفوظات اور میں اپنے تئیں بھی کیوں مستثنےٰ کروں خدا گناہوں کو معاف کرے کبھی نہ کبھی نیچریوں کی سی کوئی نہ کوئی بات میرے قلم سے بھی ضرور نکلی ہوگی یہ سب ملا کر نیچریوں کے مذہبی لٹریچر کا بجاے خود ایک کتاب خانہ ہے اُس سب کو کرید نے اور پھندوڑنے کے لیئے تو مدتیں چاہئیں مگر میں اِس مقام پر صرف ایک یا دو ہی ریمارک کرنے چاہتا ہوں - مجکو خوب معلوم ہے کہ یہ کانفرنس مذہبی کانفرنس نہیں ہے اور یہاں دین و مذہب کی گفتگو آنی چاہیئے نہیں - مگر اس کو کیا کیا جائے کہ مسلمان ہر ایک بات میں مذہب کو لے دوڑتے ہیں - اور تعلیم پر تو ساری بھرمار مذہبی توپ خانے ہی کی ہو رہی ہے میں نے اپنے نزدیک مذہب حق کی شناخت یہ قرار دے رکھی ہے کہ اس کے احکام ناممکن التعمیل نہوں اور مذہب اسلام کی حقانیت کی طرف سے جو میرے دل کو تسلی ہوئی ہے تو زیادہ تر اسی سے ہوئی ہے کہ میں اسلام کے کسی حکم کو ناممکن التعمیل نہیں پاتا - اسلام نے نیکی کا ایسا سٹینڈرڈ رکھا ہے کہ آدمی وقتی ضرورتوں اور خواہشوں کی بلاؤں میں مبتلا رہ کر بھی آسانی کے ساتھ اُس درجے پر پہنچ سکتا ہے - انسان کی ایک خاص طرح کی بناوٹ ہے اور گو وہ اشرف المخلوقات ہے پھر بھی معذوریاں ہیں مجبوریاں ہیں کمزوریاں ہیں خلق الانسان ضعیفا انسان کو ضعیف بنانا اور اُس پر احکام سخت کا اتنا بوجھ لادنا جس کا وہ متحمل نہو سکے ظلم صریح ہے تعالی اللہ عن ذلک علوا کبیرا - ان اللہ لا یظلم الناس شیئا - ان اللہ لیس بظلام للعبید - وما اللہ یرید ظلما للعالمین - ان اللہ لا یظلم مثقال ذرۃ - پھر ناممکن التعمیل کے پیرایئے ہیں دو - عملیات میں یہ کہ ہم تعمیل نہ کر سکیں مثلاً فرض کرو کوئی مذہب ہمکو ایسے روزے کا حکم دے کہ ایک ہفتے تک نہ کچھ کھاؤ نہ پیو تو یہ روزہ خود کشی کا مرادف ہوا بمجرد ایسے روزے کا حکم سُنکر ہمکو یقین کر لینا چاہیئے کہ نہ یہ حکم خدا کا حکم ہے اور نہ یہ مذہب مذہب حق اسیطرح معتقدات میں کوئی بات ناممکن الیقین تو ہم اسکو بھی ناممکن التعمیل ہی کہیں گے اور وہ ناممکن التعمیل ہے بھی - مثلاً فرض کرو کوئی مذہب تعلیم کرتا ہو کہ زمین گول نہیں ہے تو مجرد اتنی ہی بات

سے ہم سمجھ لیں گے کہ یہ مذہب خدائی مذہب نہیں۔ سائنس اور اسلام میں جو تنازع آکر قائم ہوا ہے وہ اکثر اسی قسم کا ہے کہ جو باتیں سائنس کی رو سے پایہ تحقیق کو پہنچی ہیں۔ اسلام جیسا کہ عموماً لوگوں نے سمجھ رکھا ہے ان کے خلاف ظاہر کرتا ہے اور مشکل یہ آکر پڑی کہ سائنس کے مسائل مبنی ہیں مشاہدات پر جس سے لازم آتا ہے کہ اسلام کو نا ممکن الیقین سمجھا جائے اب سمجھے سائنس اور اسلام یعنی اسلام متعارف میں کیا جھگڑا ہے۔ اس روداد سے تو ایسا مفہوم ہوتا ہے کہ سائنس برسر حق ہے کیونکہ سائنس جو بات کہتا اُس کا مشاہدہ کرا دیتا ہے اور مشاہدے سے بڑھکر دنیا میں کوئی ثبوت ہو نہیں سکتا۔ جب تمنے سائنس اور مذہب دونوں کی حقیقۃ کو سمجھا اور دونوں کی نزاع کو بھی سمجھا تو اب تم کو نیچریوں کی قدر آئیگی کہ یہ ملعون فرقہ اسلام کی کیسی خدمت کر رہا ہے۔ فیکٹس (واقعات نفس الامری) کو تو کوئی رزسٹ (دفع) کر ہی نہیں سکتا تھا اور بدی ہوئی بات تھی کہ سائنس کے مقابلے میں اسلام متعارف کی ڈفیٹ (شکست) ہے۔ نیچریوں نے اپنی تدبیر سے اس ڈفیٹ کو آنریبل ریٹریٹ (عزۃ کے ساتھ لوٹ جانا) بنا دیا کہ اس کو بھی ایک طرح کی ظفر ہی سمجھو۔ تاکہ تم ڈفیٹ اور ریٹریٹ میں فرق کر سکو میں قرآن کی ایک آیۃ مناسب مقام پڑھتا ہوں۔ یاایھا الذین آمنوا اذا لقیتم الذین کفروا زحفا فلا تولوھم الادبار ومن یولھم یومئذ دبرہ الا متحرفا لقتال او متحیزا الی فئۃ فقد باء بغضب من اللہ ومأواہ جھنم وبئس المصیر۔ (اے مسلمانو جب کافروں سے سب مل کر لڑو تو دشمن کے سامنے سے بھاگو مت اور جو بھاگیگا تو خدا کے غضب میں آگیا اور اسکا ٹھکانا دوزخ ہے) فلا تولوھم الادبار میں ڈفیٹ یعنے ہزیمت کی طرف اشارہ ہے اور متحرفا لقتال او متحیزا الی فئۃ ریٹریٹ ہے مسلمانوں کی ابتدائی لڑائیوں میں احد کی لڑائی بگڑ گئی تھی اور اس کے بگڑنے کی وجہ یہ ہوئی کہ پیغمبر صاحب نے مسلمانوں کے ایک دستے کو ایک ناکے پر متعین فرما کر حکم دے دیا تھا کہ لڑائی بنے یا بگڑے تم اسی جگہ بیٹھے رہنا۔ دوسرے دستے نے دشمنوں کو بھگا دیا ناکے والے سمجھے کہ بس لڑائی جیت لی جگہ سے ٹل گئے دشمنوں نے ناکہ خالی دیکھ مسلمانوں پر ایسا دباؤ ڈالا کہ سب کے پاؤں اکھڑ گئے اور ایسے بدحواس ہو کر بھاگے کہ پیغمبر صاحب کی بھی خبر نہ لی یہی وہ لڑائی تھی جس میں پیغمبر صاحب زخمی ہوئے اور دشمنوں نے تو یہاں تک اڑا دی تھی کہ مارے گئے چند مسلمان جو پیغمبر صاحب کے ساتھ سے الگ نہیں ہوئے تھے انمیں حضرۃ عباس رض بھی تھے اور یہ آدمی تھے

جبیر الصوت انھوں نے بھاگتوں کو ڈانٹا کہ لوگو کدھر چلے جا رہے ہو پیغمبر صاحب تو یہ موجود ہیں
بارے پھر مسلمان سمٹ آئے اور لڑائی سنبھل گئی مگر چونکہ مسلمانوں کے بہت آدمی ضائع ہو گئے تھے کچھ
شکست ہی سی رہی جس کی وجہ سے مسلمان بہت ہی شکستہ خاطر ہوئے لڑائی کا شکست ہو جانا
چنداں پروا کی بات نہ تھی مثل مشہور ہے الحرب سجال (لڑائی کنوئیں کا ڈول ہے اس سے کبھی کوئی
پانی بھرتا ہے کبھی کوئی) مگر دلوں کا شکست ہو جانا غضب تھا چنانچہ جب لوگ جھینپتی ہوئی صورتیں لیکر
پیغمبر صاحبؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے مواعظ بلیغ سے ان کی بڑی تسلی کی اور یہ بھی فرمایا کہ تم
نے حکم لاتولوھم الادبار کا نقض نہیں کیا بلکہ تمہارا جگہ سے ٹل جانا متحرفا لقتال او متحیزا الی فئة
کی قسم کا تھا سو جس طرح لوگوں نے جنگ احد کے نتیجے کو اسلام کی ڈفیٹ سمجھا اور پیغمبر صاحبؐ نے
اس کو رسٹشن قرار دیا۔ یہی حال سائنس اور اسلام کی لڑائی کا ہے کہ عام مسلمان نیچریوں کی تاویل اور
توفیق کو اسلام کی ڈفیٹ سمجھتے ہیں مگر وہ ڈفیٹ ہی نہیں بلکہ رسٹشن ہے اور رسٹشن بھی آنربل رسٹشن
بایں ہمہ نیچریوں کی کارروائی کی نسبت میرا ایک خیال ہے جس کا ظاہر کر دینا اپنا فرض سمجھتا ہوں
وہ یہ کہ یہ لوگ خیر خواہی اسلام کے جوش میں کسی قدر حد اعتدال سے اکسیڈ (متجاوز) ہو گئے ہیں اور انکا
اکسیڈ ہونا میرے نزدیک اسلام کو نقصان پہنچا رہا ہے۔ یہاں اسلام سے میری مراد اسلام
متعارف نہیں کہ وہ تو اگر نیچری لاکھ جتن بھی کرتے سائنس کے زد سے محفوظ رہ نہیں سکتا تھا بلکہ
وہ سچا اسلام وہ خالص اسلام پیور خالص سونڈ (محکم) اینڈ پرفکٹ (کامل) اسلام مراد ہے جس کی بنیاد
اس قدر محکم اور مضبوط اور استوار اور مشید ہے کہ سائنس کے کیسے ہی جھکڑ چلا کریں اس کو خبر بھی تو
نہیں ہوتی۔ دو مخالفوں میں التیام کرانے کا یہ دستور ہوتا ہے کہ کچھ اس کو دبایا کچھ اسکو دبایا دونوں
مخالف ایک بات پر رضامند ہو گئے مگر میں دیکھتا ہوں نیچری ہر ایک بات میں اسلام ہی کو دبائے چلے
جاتے ہیں۔ پس یہ حکم کا ہے کے ہیں خاصے سائنس کے وکیل ہیں۔ اگر کوئی یہ کہے کہ سائنس اور
اسلام کے نزاع کی روداد یک طرفہ ہے اس لیئے کہ سائنس کی طرف ثبوت ہیں ناممکن التردید سچ
ہے اور بالکل سچ ہے کہ سائنس کے بعض مسائل قطعی طور پر ثابت ہو چکے ہیں اور اگر کسی ایسے ایک مسئلے
سے بھی اسلام مخالفت کرے اور اسلام تو کیوں مخالفت کرنے لگا تھا مگر یوں کہو کہ اسلام متعارف
جس کو لوگوں نے اسلام سمجھ رکھا ہے مخالفت کرے سب بے شک بے تامل سائنس کی جانب داری

کرو اور عوام کو بڑا بکنے دو۔ لیکن سائنس اسی حساب اور جبر و مقابلے اور اقلیدس کا نام تو نہیں ہے سائنس ایک دریاے ناپیداکنار ہے جس کی نسبت سائنس کا گرو گھنٹال سر آیزک نیوٹن (تعجب ہے کہ تم لوگ اس شخص کا نام سُن کر تعظیما کھڑے نہیں ہو گئے نہ کسی نے نعرۂ خوشی بلند کیا اور نہ ہتیلیوں کے پٹنے کی آواز آئی) یہ سر آیزک نیوٹن کہہ مرا ہے کہ میری اور سائنس کی ایسی مثال ہے کہ ایک نادان لڑکا سمندر کے کنارے بیٹھا گھونگے اور سیپیاں جمع کر رہا ہے اور اپنے جی میں خوش ہے کہ حاصل بحر یہی چند گھونگے اور سیپیاں ہیں اس کو ان بیش بہا موتیوں کی خبر ہی نہیں جو قعر دریا میں مدفون ہیں۔ زمانہ ترقی کر رہا ہے اور روز نئی نئی باتیں نکلتی چلی آتی ہیں۔ بہت سی باتیں ہنوز زیر تحقیقات ہیں لوگ اٹکلیں دوڑا رہے ہیں دیکھئے گو ہر مقصود ہاتھ لگتا بھی ہے یا نہیں۔ مالھم بذلک من علم ان ھم الا یظنون (ان کو اس کا علم نہیں مگر نرا گمان ہی گمان ہے) یہ کہاں کا انصاف ہے کہ ہم ان لوگوں کی تخمین و تحری کو بھی قطعی الثبوت میں داخل کر لیں۔ یہ تو ویسی ہی بات ہوئی کہ دنیا میں تاریخ کی سینکڑوں ہزاروں کتابیں ہیں نہ تو ان کے مصنفوں کا حال معلوم نہ ان کی صداقت کا یقین نہ ان کا ماخذ متعین۔ بااین ہمہ ان کے رطب و یابس کو کان دبا کر تسلیم کر لیا جاتا ہے اور انگریزی خوانوں کو ہم ان کی روایات سے استشہاد کرتے دیکھتے ہیں۔ اور ایک مذہبی تاریخ ہم مسلمانوں کی حدیث ہے جس کے پیچھے بڑے بڑے متقی پرہیزگار لوگوں نے عبادۃ سمجھکر عمریں صرف کر دی ہیں اُن کی اتنی بھی تو وقعت نہیں جتنی انگریزی ناولوں (افسانوں) کی۔ اس واسطے کہ ان نیک بندوں نے صرف حدیث کی تنقید کے لیئے دور و دراز ملکوں کے سفر کیئے ہزاروں راویوں کے لائف تحقیق کی کہ ان کی دیانۃ کیسی تھی انکا حافظہ قوی تھا یا ضعیف پھر جس سے روایۃ کرتا ہے اُس سے اِس کو ملنے اور حدیث سننے کا اتفاق بھی ہوا تھا یا نہیں پھر روایۃ کے وقت دونوں کی عمر کیا تھی اس طرح ایک بات کی بال کی کھال نکالی جانے لگی تو اس میں ایسا تو کیا ہے کہ اختلاف نہ ہو تو جو اختلافات تحقیق ہوئے وہ بھی ان بزرگوں نے بے کم و کاست ظاہر کر دیئے۔ اب ان ہی اختلافات کی وجہ سے حدیث بے اعتبار ہے ایک مجسٹریٹ تھا اور اُس کو عام گواہوں کی طرف سے تھی سب بے اعتباری جب کوئی گواہ اس کی روبرو پیش ہوتا وکیل خصم کی طرح اس کے پیچھے پڑ جاتا اور گواہ سے ایسے ایسے سوال کرتا کہ تم اس مکان میں گئے

تو اس کی چھت میں کڑیاں کتنی دیکھیں۔ تم کہتے ہو کہ یہ لوگ دری بچھائے جوا کھیل رہے تھے تو دری میں کس رنگ کی کتنی دھاریاں تھیں زید کا منھ کس طرف کو تھا۔ دروازے میں سادہ، کام دار کتنی جوتیاں تھیں سوکھویں کتنی سارھے سوکھویں کتنی بعض گواہ جو واقع میں سچے ہوتے کہتے کہ ہم نے ان باتوں کا خیال نہیں کیا یا ہمکو یاد نہیں یا جوجس کو یاد ہوتا بیان کرتا تو گواہوں میں ہوتا اختلاف مجسٹریٹ اس اختلاف کو رد شہادت کی دلیل قرار دیتا حالانکہ اس قسم کے اختلاف کو گواہوں کے صدق کی دلیل ہونا چاہیئے۔ قریب قریب ایسا ہی حال ہے اختلاف احادیث کا۔ لوگ اختلاف سے گھبرا تے ہیں اور میں یہی اختلاف دیکھکر حدیث کا گرویدہ ہوتا ہوں کہ نہ ہونا اختلاف کا دلالت کرتا ہے تصنع پر۔ تو مطلب یہ ہے کہ سائنس کی تحری کو جو یقین کی سی وقعت دی جاتی ہے یہ ایک عامۃ الورود غلطی ہے جس کی وجہ سے اسلام کی بڑی حق تلفیاں ہوئی ہیں اور ہو رہی ہیں۔ اب مثلاً ابتدائے آفرینش کی بحث جو چھڑی ہوئی ہے کہ پہلے اجزائے صغار دمیاطیسی (مجکو تو کم بخت نام بھی یاد نہیں کہ دمیاطیسی یا دقیانوسی) رہے ہوں گے پھر ان کے اجتماع سے پانی ہوا ہوگا پھر پانی کے تموج سے کف اور کف کے متحجر ہو جانے سے زمین اور اجزائے ارضی کے اجتماعات خاص سے نباتات اور حیوانات اور از جملۂ حیوانات بندر اور بندر سے آدمی اور یہ انقلابات کہیں لاکھوں کروروں برسوں میں جاکر ہوئے ہوں گے یہ ایسے منصوبے ہیں کہ میں تو ان کو تحری کہتے ہوئے بھی شرماتا ہوں۔ پھر اس بنیاد پر اس بنیاد ضعیف پر بے نتیجوں کی عمارت کھڑی کی جائے اس کا استحکام دیکھنے کی لائق ہے کمثل العنکبوت اتخذت بیتا وان اوھن البیوت لبیت العنکبوت۔ (جیسے مکڑی کہ اس نے ایک گھر بنایا اور سب گھروں سے زیادہ بودا مکڑی کا گھر) سے

نئے کعبے نے دیر کے قابل مذہب ان کا سیر کے قابل

ایک زمانہ پری ہسٹارک کہلاتا ہے یعنی تاریخ منضبط کرنے کا دستور تو بہت بعد کو چلا ہے۔ آدمی پر کتنی صدیاں گزری ہیں بلکہ کتنے ہزار برس کہ کسی نے ان وقتوں کی تاریخ نہیں لکھی تو اس زمانے کے حالات مرور دہور کی وجہ سے غیب بن جاتے ہیں جس کو سوائے خدا کے کوئی نہیں جانتا لا یعلم الغیب الا اللہ۔ جب ہم پری ہسٹارک ایجز (ضبط تاریخ کے پہلے کے زمانے) کا حال معلوم نہیں کر سکتے تو ابتدائے آفرینش کے اسرار کیا ہم خاک معلوم کر سکیں گے۔ اہرام مصر کیسے کچھ عجیب اور پایدار مینار ہیں کہ ہزارہا

برس سے کھڑے ہیں اور آج تک ان کی ساخت سمجھ میں نہیں آئی۔ باوجودیکہ ان پر کتبے بھی ہیں مگر صفحۂ ہستی سے ان کے سمجھنے والے معدوم۔ پیغمبر صاحبؐ کیسے نام و نمود کے شخص ہو گزرے ہیں کہ آج ۲۰ کرور آدمی ان کا کلمہ بھرتے ہیں ان کی ولادت میں اختلاف عمر میں اختلاف وفاۃ میں اختلاف اور ابتدائے آفرینش کے مقابلے میں یہ گویا کل کی بات ہے۔ عرب کے لوگوں کو انساب پر بڑا فخر تھا اور کسی قوم نے عرب کی طرح انساب کو محفوظ نہیں رکھا اس پر پیغمبر صاحب عدنان تک اپنے نسب نامے کو صحیح فرماتے ہیں اس سے اوپر مخدوش۔ جب گزشتہ واقعات کے دریافت کرنے میں انسان عاجز ہے تو آئندہ کے واقعات کو اس کا علم کیونکر احاطہ کر سکتا ہے اور آئندہ کے واقعات بھی وہ واقعات جو اس کے مرے بعد واقع ہوں گے جیسے قیامۃ کے حالات۔ جنۃ اور دوزخ کی کیفیۃ۔ ثواب و عقاب کی نوعیۃ۔ بے شک انسان کی قوتوں میں سے ایک قوۃ کیوری آسٹی بھی ہے کہ وہ ہر ایک چیز کی کُنہ کو دریافت کرنا چاہتا ہے اور یہی قوۃ ہے جو پرواز ترقی کے لیئے بال و پر کا حکم رکھتی ہے اگر یہ قوۃ نہ ہوتی تو انسان بھی دوسرے جانوروں کی طرح فطری حالۃ سے ایک اِنچ بھی آگے نہ سرک سکتا۔ قطعہ

مرغک از بیضہ بروں آید و روزی طلبد   آدمی زادہ ندارد خرد و عقل و تمیز
آں بناگاہ کسی گشت و بچیزے نرسید   ویں بتمکین و فضیلۃ بگذشت از ہمہ چیز

لیکن مارل فلاسفی (علم اخلاق) کی کتابوں میں بجائے خود ثابت کر دکھایا گیا کہ انسان کی کوئی سی بھی قوۃ جب تک درجۂ اعتدال میں ہے فضیلۃ ہے اور درجۂ اعتدال سے گھٹی بڑھی اور رذیلۃ ہوئی۔ مثلاً قوۃ غضبی توسط کے مرتبے میں شجاعۃ ممدوح ہے افراط میں تہور تفریط میں جبن کہ یہ دونوں مذموم ہیں۔ اسی طرح کیوری آسٹی حد سے بڑھ جائے تو اس کو کرپزی کہتے ہیں اور میں معافی مانگ کر آپ صاحبوں کی خدمت میں عرض کرتا ہوں کہ انگریزی خواں اکثر اس قوۃ کیوری آسٹی کا ابیوز کرتے ہیں یعنے جہاں مساغ عقل نہیں وہاں بھی عقل کو لے دوڑتے ہیں اور اسلام سے اور ان لوگوں سے جو نہیں بنتی تو زیادہ تر اسی کیوری آسٹی کی وجہ سے کے ابیوز سے نہیں بنتی پیغمبر صاحبؐ جن کے مشن کا خلاصہ تھا تتمیم مکارم اخلاق انک لعلی خلق عظیم انھوں نے اس قوۃ کیوری آسٹی کے ضبط کی نسبت بہت کچھ فرمایا مگر افسوس ہے کہ ہم لوگوں کو اس پر نظر نہیں اور اس کا ضرر عاجل تو یہ ہے کہ بہت سے لوگ گمراہی کے کنارے پر آ لگے ہیں۔ مجکو تقاضائے وقت نے مجبور کیا ہے کہ اس بارے میں

جیسی جیسی ہدایتیں ہمکو شارع سے ملی ہیں ان میں سے تھوڑا سا بیان کروں۔ خدا نے عقل کو مدار تکلیف قرار دے کر قرآن کے متعدد مقامات پر عقل انسان کی رسائی کی ایک حد باندھ دی ہے کہ اس سے آگے نہ بڑھے۔ مثلاً روح کے بارے میں فرمایا یسئلونک عن الروح قل الروح من امر ربی وما اوتیتم من العلم الا قلیلا (اے پیغمبر تم سے لوگ روح کا حال دریافت کرتے ہیں تو ان سے کہہ دو کہ روح خدا کا حکم ہے اور تم کو تھوڑا ہی سا علم دیا گیا ہے)۔ پس مسئلہ روح کی نسبت ہم کو صاف طور پر منع کر دیا کہ یہ باتیں تمھاری سمجھ سے باہر ہیں۔ دوسری جگہہ فرمایا وعندہ مفاتح الغیب لا یعلمها الا هو (غیب کی کنجیاں خدا ہی کے پاس ہیں اُس کے سولے کسی کو اُس کی خبر نہیں) اور مزید توضیح کے سیئے غیب کی مثالیں بھی بیان کر دیں ان اللہ عندہ علم الساعة وینزل الغیث ویعلم ما فی الارحام وما تدری نفس ماذا تکسب غدا وما تدری نفس بای ارض تموت ان اللہ علیم خبیر (قیامت کا علم خدا ہی کے پاس ہے اور وہی مینھ برساتا ہے اور پیٹ کے بچوں کو جانتا ہے کہ لڑکا ہے یا لڑکی اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ کل اس کو کیا پیش آئے گا اور کوئی شخص نہیں جانتا کس جگہہ مریگا ان سب باتوں کا علم اللہ ہی کو ہے اور وہی سب باتوں سے خبردار ہے) لیکن الانسان حریص علی ما منع لوگ کیا باز آنے والے تھے شروع سے غیب کے پیچھے پڑے ہیں۔ نجوم اور رمل اور جفر یا ہمارے زمانے کے مثلاً میٹیئرولاجکل آبزرویٹریز وغیرہ یہ سب کیا ہیں اسی غیب کی جستجو اور تلاش ہے جس کو خدا فرما چکا کہ تمھارے بس کا نہیں۔ سائنس کی شوخیاں تو اس حد کو پہنچیں کہ مینھ برسنے کا وقت تو وقت لوگ خود مینھ کو اپنا تابع فرمان کرنا چاہتے تھے کہ جب چاہا اور جہاں چاہا اور جتنا چاہا برسالیا۔ اس سے بڑھکر یہ سُنا کہ لوگوں نے مرغی کو انڈے سیتے دیکھکر سمجھا کہ مرغی اس کے سولے کرتی کیا ہے کہ ایک وقت خاص تک دن رات انڈوں کو دبائے بیٹھی رہتی ہے تو انہوں نے پہلے اس حرارۃ کا اندازہ کیا جو مرغی کے جسم سے انڈوں کو پہنچتی ہے پھر چاہا کہ کسی تدبیر سے وتنی ہی حرارۃ خارج سے انڈوں کو پہنچا کر چوزے پیدا کر لیں۔ بہتیرے جتن کیئے جس انڈے پر خارج سے عمل ایصال حرارۃ کیا گندہ۔ مطلب یہ کہ نہ پانی برسا سکے اور نہ چوزے پیدا کر سکے مگر ہاں لوگوں پر یہ ظاہر کر دیا کہ انسان کے خبط کا بھی کچھ ٹھکانا نہیں۔ ان سے کچھ تعجب نہ سمجھو کہ مرغی کے بیلئے بدون انڈوں سے چوزے نکلوانے کی جگہہ کوئی تجویز سوچیں کہ آپ ہی انڈے بھی دے لیا کریں تو مجکو سائنس کی

بے قدری کرنی منظور نہیں اور سائنس کی بے قدری کر نہیں سکتا الامن سفہ نفسہ مگر ہاں نوجوان انگریزی خوانوں کو یہ بات سمجھا دینی ضرور ہے کہ سائنس کی اس قدر وقعت نہ کریں جس کا وہ مستحق نہیں اور یہ بھی نہ سمجھیں کہ ہر جا یہ سائنس چل سکتا ہے ہے ؎

نہ ہر جا بے مرکب تواں تاختن   کہ جاہا سپر باید انداختن

مذہب میں اکثر باتیں ایسی پاؤ گے جو سائنس کی رسائی کی حد سے باہر ہیں۔ مذہب میں زیادہ تر ایسے حالات ہیں جو انسان کو بعد مرگ پیش آئیں گے۔ مذہب ان مستقبلات کی پیشین گوئی کرتا ہے جو قیامت کے وقت یا اس سے کچھ پہلے اشراط الساعۃ کے طور پر آیندہ واقع ہوں گے مذہب خدا کے صفات کے متعلق کچھ عقیدے تعلیم کرتا ہے اور یہ سب معاملات ایسے ہیں کہ عقل کی عینک سے ہم کو دکھائی دیتے ہیں مگر اس قدر دھندلے کہ دیکھے نہ دیکھے برابر۔ ہم اپنی فطرۃ کی رو سے اتنا تو بے دلیل جانتے ہیں کہ ہم کو مرے پیچھے ایک طرح کی ہستی ہوگی مگر کیونکر ہوگی اور کیسی ہوگی یہاں عقل کچھ کام نہیں کرتی اور یہی تو وجہ داعی ہوئی ہے کہ مذہب ہو اور نور وحی ہم کو اس ورطۂ حیرت سے نکالے۔ اب جو کچھ ہم کو خدا نے بتایا اس میں چون وچرا کرنا۔ یا اس سے زیادہ کا حوصلہ کرنا یہی کرپزی ہے۔ اور سائنس اس طرح کی غذا ہے کہ کرپزی کی خلط فاسد کی طرف کو جلد مستحیل ہو جاتی ہے۔ سائنس کے سے ثبوت دیکھتے دیکھتے ان لوگوں کا بنٹ آف مائنڈ (رجحان طبع) اس طرح کا ہو جاتا ہے کہ بدون اس قسم کے ثبوتوں کے ان کو تسلی نہیں ہوتی اور یہ تو نہ آج تک کوئی کر سکا ہے اور نہ کر سکتا ہے اور نہ آیندہ کوئی کر سکے گا۔ یہ استعجیل کا سوال ہے جو یہود نے موسیٰؑ سے کیا تھا ارنا اللہ جھرۃ (ہمیں خدا کو سامنے لاکر دکھاؤ) لیکن موسیٰؑ یہود کو کیا خدا کا دیدار دکھاتے جب کہ ان کا اپنا وہ حال ہو گیا تھا جس کا بیان سورۂ اعراف میں ہے ولما جاء موسی لمیقاتنا و کلمہ ربہ قال رب ارنی انظر الیک قال لن ترانی ولکن انظر الی الجبل فان استقر مکانہ فسوف ترانی فلما تجلی ربہ للجبل جعلہ دکا وخر موسی صعقا فلما افاق قال سبحانک تبت الیک وانا اول المؤمنین (اور جب ہمارے وعدے پر آ حاضر ہوئے اور خدا نے ان سے باتیں کیں تو موسیٰؑ نے عرض کیا اے خدا اتنی اجازۃ دے کہ میں تجھکو ایک نظر دیکھ لوں خدا نے فرمایا تم مجھکو نہیں دیکھ سکو گے مگر ہاں سامنے کے پہاڑ

پر نظر کرو کہ اس پر میں جلوہ گر ہوں گا اگر پہاڑ اپنی جگہہ جما رہا تو عجب نہیں تم مجکو دیکھ سکو۔ پھر جب خدا پہاڑ پر جلوہ فرما ہوا تو پہاڑ ریزہ ریزہ ہو گیا اور موسئے غش کھا کر گر پڑے جب ہوش آیا تو بول اُٹھے کہ تو قید جسمانیۃ سے پاک ہے اور میں تیری جناب میں توبہ کرتا ہوں اور سب سے پہلے تجھپر ایمان لایا) نہیں اپنی طرف سے مذہب کے بارے میں تحقیقات کو نہیں بلکہ کرپزی کو منع کرتا ہوں قرآن میں اس کی سخت ممانعت ہے ایک جگہہ فرماتے ہیں هو الذی انزل علیك الکتاب منه آیات محکمات هن ام الکتاب واخر متشابهات فاما الذین فی قلوبهم زیغ فیتبعون ما تشابه منه ابتغاء الفتنة وابتغاء تاویله وما یعلم تاویله الا الله والراسخون فی العلم یقولون آمنا به کل من عند ربنا وما یذکر الا اولوا الالباب (اے پیغمبر خدا وہ ذات پاک ہے جس نے تم پر قرآن اُتارا اس میں بعض آیتیں تو صاف ہیں اور وہی اصل کتاب ہیں اور دوسرے مشتبہ ہیں۔ تو جن کے دلوں میں کجی ہے وہ فساد کی تلاش اور تاویل کی جستجو کے لیئے مشتبہات کے پیچھے پڑے رہتے ہیں حالانکہ ان کی تاویل خدا کے سوائے کسی کو معلوم نہیں اور جن لوگوں کی معلومات غائر یعنے گہری ہے وہ بول اُٹھتے ہیں ہمارا اس پر ایمان ہے یہ سب کچھ ہمارے پروردگار کے یہاں سے اُترا ہے اور خردمند لوگ ہی نصیحت مانتے ہیں) بات یہ ہے کہ مذہب اصل مذہب تو محتاج کاوش و تفتیش ہے نہیں یہ سب خدع نفس ہے کہ لوگ محکمات کو چھوڑ کر متشابہات کی اُدھیڑبن میں لگے رہتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ بس کمال دینداری یہی ہے۔ جیسے کوئی بڑا شاطر گھر میں بیٹھا بیٹھا شطرنج کے مشکل سے مشکل نقشے حل کیا کرے اور جانے کہ میں بڑا جنرل ہوں۔ دین اور دین سے میری مراد ہے اسلام ان الدین عند الله الاسلام چند خیالات ہیں فطری ان کو نہ بہت ساری عقل درکار ہے اور نہ بڑی معلومات کی ضرورۃ ہے۔ مولانائے روم فرماتے ہیں۔ ؎

گر باستدلال کار دیں بُدے — فخر رازی رازدار دیں بُدے

اور حدیث شریف میں پیغمبر صاحب نے دین العجائز والکتاب کی مدح فرمائی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دینداروں کی نظر میں استدلال کی کیا وقعت ہے۔ انسان عقل رکھتا ہے تو استدلال اس کا خاصۂ طبیعی ہے مگر میرا مطلب یہ ہے کہ اس خاصہ کو حد سے زیادہ کلٹویٹ (تختۂ مشق) نہ کیا جائے نہ کہ آپ ہی آپ شکوک پیدا کرنا جن کی طرف معمولی ذہن خواب و خیال میں بھی منتقل نہیں ہوتے اور آپ ہی ان کے جواب دینا۔ اور پھر جواب کا مرتبہ تاویل کا مرتبہ ہے اور بسا اوقات تاویل سے پوری تسکین نہیں بھی

ہوتی اور شبہے کا کچھ نہ کچھ اثر طبیعت میں رہ ہی جاتا ہے اور جب بار بار اور کثرت سے ایسے مواقع پیش آتے ہیں تو شک کو ترقی ہوتے ہوتے آدمی صاف و صریح باتوں میں بھی بے اصل شبہات کرنے لگتا ہے یہ ہے وہ خطرناک حالت جس کو بے دینی اور لامذہبی کی تمہید کہنا چاہیئے اور جس سے متنبہ کرنا میرا مقصود ہے فکونوا علی حذر۔ وہ شیطان اور فرشتوں کا جھگڑا جس کا بیان قرآن میں ہے تمثیل ہی سہی مگر اُس سے جو بڑے کام کی بات مستنبط کی جاسکتی ہے وہ یہ ہے کہ اسی استدلال اسی کر پڑی اسی کٹھ حجتی کی وجہ سے شیطان راندہ جا چکا ہے اُس کو حکم دیا گیا کہ آدم کو سجدہ کرے اور وہ لگا بحث کرنے انا خیر منہ خلقتنی من نار و خلقتہ من طین ۔ علم جس کے درجے کو کوئی فضیلت نہیں پاتی کر پڑی کے رنگ میں آکر ایسی نقصت پہنچاتا ہے جس سے فروتر کوئی رزیلت نہیں العلم حجاب اکبر ہم دیکھتے ہیں کہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم بھی اصحاب کو بڑی سختی اور تاکید کے ساتھ ایسی باتوں سے روکتے رہتے تھے ۔ ایک مرتبہ ایسا اتفاق ہوا کہ کچھ صحابی صفہ میں بیٹھے ہوئے قضا و قدر کے بارے میں گفتگو کر رہے تھے اتنے میں حضرت برآمد ہوئے اور یہ معلوم کر کے کہ قضا و قدر میں بحث ہو رہی ہے سخت ناخوشی ظاہر فرمائی کہ کیا میں ایسے ہی جھگڑے تمہارے لیئے لیکر آیا ہوں ایسی ہی باتوں میں پڑکر تم سے پہلے بہت سی امتیں ہلاک ہو چکی ہیں تم بھی لگے ان ہی کی ریس کرنے خبردار جو آگے کو کبھی میں نے کسی کو ایسا کرتے دیکھا ہو گا۔

ایک ایمان وہ تھے کہ پیغمبر نے کہا رات ہم ساتوں آسمان کی سیر کر آئے ان کی اس بات کا ایسا یقین کر لیا کہ اُلٹ کر یہ بھی تو نہ پوچھا کہ کیونکر گئے اور کس طرح پر آئے اور جو کسی نے دریافت کیا کہ تمکو کیونکر یقین آگیا ہوگا تو کیسے کھلے دل سے کہتے ہیں پیغمبر کے فرمانے سے ۔ ایک ایمان وہ تھے کہ کسی نے کلیلہ و منہ کی سی حکایت بیان کرتے کرتے بھیڑیوں اور بکریوں کی کچھ گفتگو نقل کی نیچریوں کی بھی بڑی پرانی کھوپریاں ہیں سامعین میں کوئی نیچری طبیعت کا بھی آدمی رہا ہوگا اس نے تعجب سا کیا تو پیغمبر صاحب نے فرمایا خدا کی قدرت سے کچھ بھی بعید نہیں میرا تو یہی عقیدہ ہے اور ایسا ہی عقیدہ ابو بکر اور عمر کا بھی ہے ۔ اور ایک ایمان یہ ہیں کہ گزشتہ اور موجودہ واقعات بھی نہیں واقعات مستقبل یعنے عاقبت کے متعلق خلاف عادت ذری سی کوئی بات سُن پائیں تو ہمارے اعتراضوں کے اتو کر دیں ۔ پچھلی گرمیوں میں جو سید احمد خاں کے ساتھ پنجاب جانے کا اتفاق ہوا تو لوٹتیوں کو ایک دن کے لیئے

جالندھر میں مقام تھا۔ ایک بنگلہ ہم لوگوں کے لیئے خالی کرالیا گیا تھا اس میں ہم سب لوگوں کے
سینگ نہ سما سکے تو میں اور مولوی ذکاء اللہ پاس کے پاس ایک دوسرے بنگلے میں جا پڑے
جس میں صاحب مکان بھی رہتے تھے اور وہ تھے عیسائی اور عیسائیوں میں بھی پادری اور ہم کو ایسا ویسا
مسلمان اپنے یہاں ٹھیرنے بھی کیوں دینے لگا تھا۔ صاحب خانہ کو یہ تو معلوم تھا کہ ہم لوگ سید احمد
خاں کے ساتھ ہیں تو یہ بھی ضرور جانا ہوگا کہ نیچری ہیں اور نیچری ہیں تو آدھے کرسٹان بھی ہوں گے
رات کے وقت مجھ سے باتیں ہونے لگیں تو انہوں نے اسلام پر وہی معمولی بودے پھسپھسے اعتراض
کرنے شروع کیئے جو عیسائی کیا کرتے ہیں ازاں جملہ انہوں نے بہشت کا بھی تذکرہ کیا کہ مسلمانوں
کی کیسی لغو اور بیہودہ بہشت ہے خدا کے تقدس کے بالکل خلاف۔ میں نے تو چلتا ہوا سا یہ جواب
دے دیا تھا کہ دنیا ہی کے پیدا کرنے سے خدا کے تقدس میں کونسا فرق آگیا ہے کہ بہشت کی وجہ
سے آجائے گا ؎

مضمون میں سے نے ایسا وسیلہ اختیار کیا ہے کہ میں اس پر بہت کچھ لکھ سکتا ہوں اور مجھکو بہت کچھ کہنا
چاہیئے بھی مگر وقت وسیع نہیں اور لوگ مذہبی باتوں سے جلد ملول بھی ہو جاتے ہیں۔ میں نے
اس قسم کے خیالات میں ایک ناول لکھا ہے اور اس کا نام ہے رویائے صادقہ۔ وہ پبلک کے
روبرو پیش ہوگا۔ اور لوگ آپ اپنی جگہ فیصلہ کرلیں گے کہ میرے مذہبی خیالات درست
ہیں یا نادرست۔ طبیعت میری بھی نیچریوں ہی کی سی واقع ہوئی ہے۔ اتنا فرق ہے کہ نیچری
حتی الوسع سائنس کی طرفداری کرتے ہیں اور میں حتی الوسع اسلام کی۔ ربنا لا تزغ
قلوبنا بعد اذ ھدیتنا وھب لنا من لدنك رحمۃ انك انت الوھاب

۱۰۱۸

اشتہار

رؤیائی صادقہ

اسوقت یہ سب سے اخیر ناول ہے جو مولوی حافظ محمد نذیر احمد خاں صاحب نے حال میں لکھا ہے اگرچہ مولوی صاحب کے کُل ناولوں اور لکچروں میں مذہبی شان ہوتی ہے مگر اس شان کو عجب شان سے اختیار کیا ہے۔ صادقہ ایک عورت ہے جس کا دماغ خدا نے اسطرح کا بنایا ہی کہ وہ ہمیشہ سچے خواب دیکھا کرتی ہے۔ ادھر سید صادق۔ علیگڈھ محمڈن کالج کا طالبعلم فرض کیا گیا ہے۔ بی اے پاس۔ سید صادق متزلزل العقیدہ ہے جیساکہ عموماً انگریزی خواں طالبعلم ہوا کرتے ہیں۔ صادق اور صادقہ ایک دوسرے کے ساتھ بیاہے گئے ہیں۔ میاں تو رہنے والا بنارس کا ہی اور بی بی دلّی کی بی بی کے تعلق سے میاں دلی میں رہنے لگا جہاں مذہبی اختلاف کا بڑا غل ہی دلی کی سوسائٹی میں صادق کے مذہبی شکوک کو بہت ترقی ہوئی شکوک کے ساتھ اسکی پریشانی بڑھی صادقہ نے خواب کے ذریعہ سے شکوک اور پریشانی کو رفع کیا۔ اس ناول میں یہ بات ثابت کیگئی ہی کہ سچا اسلام بالکل عقل کے مطابق ہی اور اسمیں شکوک اور اشتباہات کو دخل ہو نہیں سکتا قصہ کا خلاصہ یہ ہی ضمناً قصہ میں جو دوسرے مفید مضامین آگئے ہیں وہ ناول کے دیکھنے سے معلوم ہونگے قیمت کاغذ ولایتی (عہ) کاغذ دیسی (عہ)

اسکی خریداری کی درخواستیں مطبع صدیقی دہلی میں بنام محمد نذیر حسین تاجر کتب آنی چاہئیں

نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت
حسن کی مطہری چشتی اجمیری رحمہ	۲ر	مناسب ۔ غرض یہ اچھوتا		قصہ دیوار۔ اس کتاب		نظر آتے ہیں قیمت	عہ
المامون یعنی سوانح عمری		ناول قابل دید ہے ۔		میں عجیب و غریب لطیفے		شہید وفا نہایت ہی پر اثر	
خلیفہ مامون رشید....	عہ	ناظرین ۔ آپنے ناول تو		ہیں	۱۰ر	اور دلپذیر قصہ اسپین کی	
دلفگار یکسالی شستہ		بہت دیکھے ہوں گے مگر		اسلام و مسلمان قیمت	۸ر	تاریخ سے لیکر ڈراما کی وضع	
زبان چست بندش پاکیزہ		ایک ذرا اسکو بھی ملاحظہ		دلفریب یعنی اسلامی ناول		پر لکھا گیا۔ قیمت	عہ
خیالات چبھتے ہوئے		فرمائیے کلیجہ تھام کر نہ رہ جاؤ		میں ۱۸۵۷ء کے غدر کے حالات		درگیش نندنی یعنی یہ وہ	
فقرے موثر داستان۔		تو ہمارا ذمہ شروع کر کے		اور ایک شریف خاندان کی		ناول ہے جسمیں راجہ اجمیر	
دردانگیز کہانی چلتی جاگتی		ختم کیئے بغیر چھوڑنے کو جی		تباہی۔ قیمت	۱۰ر	کی بہادری اور مسلمانوں	
تصویریں عشاق کی مشکلات		نہ چاہیگا ۔ ہمارے نوجوان		حسن بخلیسنا یہ وہ ناول ہے		کی سچی حمیت اسلامی اور	
و مصائب کا فوٹو۔ زمانہ		مصنف کتاب کی محنت و		جسمیں ترکوں سے روسیوں		ایک پارسا عورت کا سچا	
کے نشیب و فراز کی نیرنگیاں		جانفشانی قابل داد ہے۔		کی لڑائی اور ایرانیوں کا		عشق وغیرہ درج ہے	عہ
جذب الفت۔ اثر محبت		ہمارے کہنے سے دیکھیے !!		جوش اسلام سے ترکوں		دلکش حصہ اول یہ ناول	
کشش دل پھر آخر پاکبازی		پڑھیئے !! ضرور پڑھیئے !		کی مدد کو آنا اور روسیوں		بھی قابل دید ہے شروع	
نیکی اور محبت کے صلہ میں		قیمت کاغذ ولایتی....	۸ر	کو متواتر زکیں دیکر ان پر		کرو تو بغیر ختم کیے چین نہیں	۱۲ر
کامیابی۔ نہ صرف دل لگی		" کاغذ سادہ	۶ر	فتوحاتیں حاصل کرنا...	عہ	دلکش حصہ دوم	۸ر
اور چہل ہی بلکہ سنجیدگی اور		دلربا یعنے ایک حسرت نصیب		منصور و موہنا یہ وہ ناول			
متانت کو بھی ساتھ لیئے		کی پر درد کہانی عاشق دلفگار		ہے جسمیں سلطان محمود غزنوی			
ہوئے۔ نہ صرف عشق کے		کی افسوسناک سرگزشت	۶ر	کے جوش اسلامی اور ہندو			
جنون پیدا کرنے والے خیالات		حقیقتی یہ بھی ایک نہایت		راجہ اجمیر کی بہادری کی			
ہی بلکہ عبرت انگیز اور دانائی		عمدہ ناول ہے	۴ر	سچی تصویریں نظر آتی ہیں	عہ		
کا سبق دینے والے حالات		قدیم لندن کی رازداریاں	۴ر	ملک العزیز ورجنا یہ وہ			
بھی خندہ و گریہ بھی اپنے اپنے		تذکرہ حالات روس	۸ر	ناول ہے جسمیں اسلامی شان			
موقع پر نہایت موزوں اور		روس و انگلستان	۸ر	و شوکت کے بے نظیر نمونے			

اشتہار

تصنیفات فاضل اجل جناب مولوی حافظ

ڈپٹی محمد نذیر احمد خاں صاحب کی ترمیم شدہ مع حواشی جدید

جن کے نام مع قیمت ذیل میں درج ہیں محصول ڈاک ذمہ خریدار ہے

مراۃ العروس مطبوعہ مطبع انصاری دہلی (مضمون) خانہ داری کے بیان میں قیمت ۸ر **بنات النعش** کاغذ ولایتی سفید چکنا قیمت ۱۰ر **ایضاً** کاغذ دیسی قیمت ۱۲ر **توبۃ النصوح** مطبوعہ مطبع انصاری دہلی قیمت فی جلد ۱۲ر **محصنات** یعنی فسانۂ مبتلا کاغذ ولایتی مطبوعہ مطبع انصاری دہلی قیمت فی جلد ۱۰ر **ابن الوقت** مطبوعہ مطبع انصاری دہلی (مضمون) انگریزی وضع اور لامذہبی کے نقصان میں قیمت فی جلد ۱۲ر **موعظہ حسنہ** مطبوعہ مطبع انصاری دہلی (مضمون) تعلیم مفید نصیحت فرجام نامہ و پیام قیمت فی جلد ۱۰ر **منتخب الحکایات** (مضمون حکایات دلچسپ حاصل مطلب قیمت فی جلد ۴ر **چند پند** مطبوعہ انصاری دہلی (مضمون) مبتدیوں کے پڑھنے کی اردو کتاب جس میں اُن کے لیئے مفید مضامین جمع کیئے گئے ہیں قیمت ۴ر **صرف صغیر** یعنے قواعد فارسی بزبان اُردو قیمت ۲ر **نصاب خسرو** یہ کتاب نصاب میں ہے قیمت ۱ر **اتمام حجۃ** یہ رسالہ نظم اصلاح قوم کے بارے میں ہے قیمت ۱ر **مبادی الحکمۃ** بزبان اُردو مطبوعہ مطبع افتخار دہلی (مضمون) علم منطق کی بہت عمدہ کتاب ہے جسکے صلے میں مصنف کو سرکار انگلشیہ سے انعام مرحمت ہوا قیمت ۸ر **ایامیٰ** یہ مولوی صاحب ممدوح کا جدید تصنیف کیا ہوا ناول یعنی فرضی قصہ ہے اسمیں بیوہ عورتوں کے نکاح نہ کرنے کی دینی و دنیوی خرابیاں دکھائی گئی ہیں قیمت ۱ر **رسم خط** (مضمون) قواعد املا و انشا بتدائی بچوں کے لئے نہایت عمدہ فائدہ پہنچانے والی اور بہت بکار آمد کتاب ہے قیمت ۲ر **یا بنیغیک فی الصرف** عربی اردو زبان میں یہ کتاب مبتدیوں کے لیئے نہایت بکار آمد کتاب ہے کاغذ ولایتی قیمت ۱ر **ایضاً** کاغذ دیسی ۵ر **لکچروں کا مجموعہ** یہ مولوی صاحب موصوف کے کل ۱۳ لکچروں کا مجموعہ ہے جو انہوں نے وقتاً فوقتاً قومی مجمعوں انجمنوں اور جلسوں میں لاہور دہلی اور علیگڈھ وغیرہ شہروں میں دیئے قیمت کاغذ ولایتی ۱۲ر **ایضاً** کاغذ دیسی قیمت ۱۲ر **لکچر نمبر ۱۴** جو دسمبر ۱۸۹۲ء میں محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کے ساتویں اجلاس میں دیا قیمت ۲ر **لکچر فطرۃ اللہ نمبر ۱۵** جو انجمن حمایۃ اسلام لاہور کے آٹھویں سالانہ جلسہ پر دیا قیمت ۲ر **لکچر نمبر ۱۶** جو دسمبر ۱۸۹۳ء میں محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کے آٹھویں اجلاس پر دیا قیمت ۲ر **لکچر نمبر ۱۷** انجمن حمایۃ اسلام لاہور کے نویں سالانہ جلسہ پر دیا قیمت ۲ر **لکچر نمبر ۱۸ و ۱۹** بر اجلاس ڈیپوٹیشن لاہور و مدرسہ طبیہ دہلی کے سالانہ جلسہ پر دیئے قیمت ۲ر **لکچر نمبر ۲۰** جو دسمبر ۱۸۹۴ء بمقام علیگڈھ محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کے نویں اجلاس پر دیا قیمت ۲ر

المشتہر محمد نذیر حسین تاجر کتب دہلی بازار دریبہ کلاں